مدیر
حافظ زبیر علی زئی
ماهنامہ
حضرو
شمارہ نمبر
13
ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
جون 2005ء
اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ
القرآن الحديث
لا إله إلا الله محمد رسول الله
الحدیث
نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه
مرد وعورت کی نماز میں فرق اور آلِ تقلید
امام مکحول پر ابو حاتم کی جرح ثابت نہیں
عبادات میں سنت اور بدعت
خلفائے راشدین سے محبت
ثعلبہ رضی اللہ عنہ پر ایک بہتان اور اس کا رد
مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک: پاکستان
مکتبة الحديث

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں....

توحید وسنت کے احیاء اور شرک وبدعت کے استیصال کے لئے دین اسلام میں جو تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ وہ بہت ہی جامع واہم ہیں۔سدّ ذرائع کے تحت تمام وہ رخنے بند کر دیئے گئے ہیں جن سے شرک کی بو آسکتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللھم لا تجعل قبری وثناً" اے اللہ میری قبر کو وثن (عبادت گاہ) نہ بنانا۔ اللہ کی لعنت ہے ایسی قوم پر جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنایا۔

[مسند حمیدی: ۱۰۳۱ وسندہ حسن بتحقیق شیخنا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ]

کائنات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم ومعظم اور محبوب کون ہے؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر کو "عبادت گاہ نہ بنائے جانے" کی دعا فرمارہے ہیں تو یہ کسی دوسرے کے لئے کیسے جائز ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع کیا ہے۔[مسلم: ۹۷۰] بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں (پر بنی ہوئی عمارتوں) کو (گرانے اور انہیں) برابر کرنے کے لئے بھیجا تھا[مسلم: ۹۶۹] لیکن "یہاں گنگا الٹی بہتی ہے"

اقتدار کی حرص اور کرسی کی سلامتی کے لئے مزارات وسیع وعریض کئے جارہے ہیں قبروں پر کمپلیکس تعمیر ہو رہے ہیں بلکہ بعض قبروں پر تو حرم (بیت اللہ) کے برآمدے کی نقل اتاری گئی ہے۔اس کے باوجود کہ ان سے پہلے جو لوگ ان امور میں سرگرم تھے وہ تاحال "نشانِ عبرت" بنے ہوئے ہیں۔

کیونکہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کو بھول کر قبر والوں سے لو لگانے والے نہیں جانتے کہ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ اللہ جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے(آل عمران: ۲۶) اور جسے دینا چاہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے اللہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا[بخاری: ۸۴۴] تو پھر اہل اقتدار ہوں یا حزب اختلاف، عوام ہوں یا خواص اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے توحید وسنت کا دامن تھامتے ہوئے اپنے اللہ وحدہ لا شریک لہ کو راضی کر لیں تو کتنا ہی اچھا ہو!۔

وما علينا إلا البلاغ

جنتی کون ہے؟

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

(١٤) وعن أبي هريرة ، قال: أتى أعرابي النبي ﷺ ، فقال: دلني على عمل إذا عملته دخلت الجنة ، قال: " تعبدالله ولا تشرك به شيئاً، وتقيم الصلاة المكتوبة ، وتؤدي الزكاة المفروضة ، وتصوم رمضان " قال: والذي نفسي بيده لا أزيد على هذا شيئاً ولا أنقص منه ، فلما ولى، قال النبي ﷺ : " من سره أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا" متفق عليه .

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی شخص) آیا اور کہا: آپ مجھے ایسا عمل سکھائیں جسے کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ کی عبادت کر اور کسی چیز میں اس کے ساتھ شرک نہ کر، فرض نماز قائم کر اور فرض زکوۃ ادا کر، رمضان کے (مہینے کے) روزے رکھ۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس جب وہ واپس چلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے، متفق علیہ

[البخاری: ۱۳۹۷، مسلم: ۱۴/۵]

فقه الحديث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارکانِ اسلام ادا کرنے والا شخص (اگر نواقضِ اسلام کا ارتکاب نہ کرے تو) ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ چاہے ابتدا سے ہی اس کے سارے گناہ معاف کر کے اسے جنت میں داخل کر دیا جائے یا اسے گناہوں کی سزا دے کر آخر کار جنت میں داخل کیا جائے۔ کافر و مشرک اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو ابدی جہنمی ہے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۲: اس اعرابی کے نام میں اختلاف ہے، جس کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ بعض کہتے ہیں سعد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن اخرم ہے۔ کچھ لوگوں کی تحقیق میں اس سے مراد لقیط بن عامر یا ابن المنفق ہے، دیکھئے التوضیح لمبھمات الجامع الصحیح لابن العجمی (قلمی ص ۸۲)

اعرابی کے نام میں اختلاف چنداں مضر نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ضرور بالضرور اس کا نام معلوم ہو جائے۔

۳: اللہ کی عبادت سے مراد اس پر ایمان، مکمل اطاعت اور شرک و کفر سے کلی اجتناب ہے۔

۴: اس حدیث میں حج کا ذکر نہ ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت حج فرض نہیں ہوا تھا۔

۵: احادیث سابقہ کی طرح یہ حدیث بھی مرجئہ پر زبردست رد ہے جو اعمال کو ایمان سے خارج سمجھتے ہیں۔

۶: ایک روایت میں ایک چیز کا ذکر نہ ہو اور دوسری میں ذکر ہو تو اس حالت میں عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

۷: بعض لوگ اس حدیث سے استنباط کرتے ہیں کہ سنتیں اور نوافل ضروری نہیں ہیں۔ سیدنا سعید بن المسیب (تابعی) فرماتے ہیں کہ:

"أوتر رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس عليک وضحى وليس عليک وصلى الضحى وليس عليک وصلى قبل الظهر وليس عليک"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھا ہے اور یہ تجھ پر لازم نہیں ہے۔ آپ نے قربانی کی اور یہ تجھ پر واجب نہیں ہے۔ آپ نے چاشت کی نماز پڑھی، یہ تجھ پر ضروری نہیں ہے۔ آپ نے ظہر سے پہلے نماز پڑھی اور یہ تجھ پر لازم نہیں ہے۔ [مسند علی بن الجعد: ۹۴۵ وسندہ صحیح]

تاہم بہتر اور افضل یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا جائے اور تمام سننِ ثابتہ کو اپنی زندگی میں اپنایا جائے۔ قیامت کے دن فرائض کی کمی سنن ونوافل سے پوری کی جائے گی۔

۸: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے سے ہی انسان اپنے رب کے فضل سے جنت کا حق دار بن سکتا ہے۔

۹: مبشرین بالجنۃ کا عدد دس میں محصور نہیں ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث سے جن کا جنتی ہونا ثابت ہے وہ جنتی ہیں۔

۱۰: اللہ پر ایمان اور عقیدہ توحید کے بعد ہی اعمالِ صالحہ فائدہ دے سکتے ہیں۔

ہر بدعت گمراہی ہے

ابومعاذ الافغانی

امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:

"حدثنا إسحاق (أنبأ) وكيع عن هشام بن الغاز أنه سمع نافعاً يقول: قال ابن عمر: كل بدعة ضلالة وإن رآها الناس حسناً"

ہمیں اسحاق (بن راہویہ) نے حدیث سنائی: ہمیں وکیع (بن الجراح) نے خبر دی، وہ ہشام بن الغاز سے وہ نافع (مولیٰ ابن عمر) سے روایت بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا (بدعتِ حسنہ) سمجھتے ہوں۔

(كتاب السنة ص ۲۴ ح ۸۲ وسنده صحيح، شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة ح ۱۲۶، المدخل للبيهقي ح ۱۹۱)

معلوم ہوا کہ جس دینی کام کا ثبوت کتاب وسنت واجماع اور آثار سلف صالحین سے نہیں ملتا، وہ کام بدعتِ ضلالت ہے اگرچہ لوگ اسے بدعتِ حسنہ ہی سمجھتے ہوں۔

مصنف: امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ — ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

4

فضائلِ اَعمال

مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

(27) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص صبح یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ اس کے لیے جنت میں ضیافت تیار کرتا ہے جب بھی صبح ہو یا شام۔ [بخاری: ۶۶۲، مسلم: ۶۶۹]

(28) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے باوضوء ہو کر فرض نماز کی ادائیگی کے لیے آئے تو اس کا اجر احرام باندھے ہوئے حاجی کے اجر کے برابر ہوگا اور جو شخص صرف نماز چاشت پڑھنے کی غرض سے آیا تو اس کو عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ثواب حاصل ہوگا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنا اور ان کے درمیانی (وقت) میں لغویات سے بچا رہا تو (یہ عمل) علیین میں درج ہوتا ہے۔

[ابوداؤد: ۵۵۸]

فوائد: علیین سے مراد نیک لوگوں کے نامہ اعمال کے اندراج کا جنت میں بلند مقام ہے۔ نماز چاشت کی فضیلت کے لیے دیکھئے حدیث: ۵۴، ۵۸

(29) سیدنا بریدہ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو روز قیامت کامل روشنی کی بشارت دے دو۔

[ابوداؤد: ۵۶۱، ترمذی: ۲۲۳]

فوائد: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے تنگی و تاریکی کے باوجود مساجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ بالخصوص عشاء اور فجر کی نماز تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن ''کامل روشنی'' کی نوید سنائی جا رہی ہے۔

(30) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے۔ [ابن ماجہ: ۷۸۱]

(31) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کامل روشنی کی بشارت (ان لوگوں کے لیے) ہے جو اندھیرے میں مساجد کی طرف چل کر جاتے ہیں۔ [ابن ماجہ: ۷۸۰]

پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

(32) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں فجر کی نماز پڑھائی (نماز کے بعد) آپ نے فرمایا: کیا فلاں (شخص نماز کے لیے) آیا ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ (پھر) فرمایا: کیا فلاں (شخص نماز کے لئے) آیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یقیناً منافقوں پر ان دو (عشاء اور فجر کی) نمازوں سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں ہے۔ اور اگر تم جان لو ان دو نمازوں میں کیا (ثواب) ہے تو ان دونوں نمازوں کے لیے ضرور آؤ اگر چہ گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ اور صف اول (ثواب میں) فرشتوں کی صف کی طرح ہے، اور اگر تمہیں اس کی فضیلت معلوم ہو جاتی تو اس میں شمولیت کے لیے جلدی کرتے۔ اکیلے نماز پڑھنے کی نسبت (دوسرے) آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے، دو آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور جس قدر زیادہ (جماعت) ہوگی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ٹھہرے گی۔

[ابوداؤد: ۵۵۴ وسندہ صحیح]

فوائد: اسی مفہوم کی حدیث سابقہ صفحات پر گزر چکی ہے۔ [دیکھئے حدیث: ۷] البتہ مذکورہ حدیث میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اہمیت وفضیلت مزید واضح ہوئی کہ اگر چہ دو آدمی ہوں وہ بھی نماز جماعت سے ادا کریں، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ((**ألا رجل يتصدق على هذا فيصلي معه**)) [سنن ابی داؤد: ۵۷۴] ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے۔ [مسلم: ۶۷۲]

یہ احادیث جماعت کی اہمیت کے پیش نظر بیان کی گئی ہیں کہ سفر، شرعی عذر یا جس جگہ تعداد ہی اتنی ہو نہ کہ اس خیال سے اصل وقت سے تاخیر وکوتاہی کی جائے ''چلو بعد میں جا کر یا پھر گھر میں ہی جماعت کرالیں گے'' یہ طریقہ انتہائی غلط ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم نے نماز اپنے گھروں میں پڑھی جس طرح فلاں (جماعت سے) پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم نے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم نے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ [مسلم: ۶۵۴] اس حدیث میں ''زیادہ جماعت'' سے مراد اہل حق کی زیادہ جماعت ہے۔ اہل بدعت اور مخالفین کتاب وسنت کی کثرت مراد نہیں ہے۔

(33) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر تم جان لو کہ پہلی صف میں نماز ادا کرنے کا (اجر وثواب) کیا ہے تو تم قرعہ اندازی سے بھی گریز نہ کرو۔ [مسلم: ۴۳۹]

فوائد: غفلت وسستی دیمک نما ہے جو رفتہ رفتہ حسنات وخیرات سے کلی طور پر روک دیتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (بعض) صحابہ کو (صفوں سے) پیچھے رہتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: آگے بڑھو اور میری پیروی کرو

تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں گے، ہمیشہ لوگ پیچھے ہٹتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے ہٹا دیتا ہے۔ [مسلم: ۴۳۸]

(34) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمیوں کی صف میں بہترین صف پہلی صف ہے اور ان کی آخری (صف) بدتر ہے اور عورتوں کی صفوں میں بہترین صف آخری اور ان کی پہلی (صف) بدتر ہے۔ [مسلم: ۴۴۰]

فوائد: دین اسلام میں نہایت احسن طریقہ سے فتنوں کی سرکوبی کی گئی ہے۔ مذکورہ حدیث میں بھی فتنے کے خدشے کا بخوبی سدباب کیا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم (۲/۶۷)

(35) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: عورت کی نماز گھر کے صحن کی نسبت کمرے میں پڑھنا افضل ہے اور کمرے میں نماز پڑھنے کی نسبت کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ [ابوداوٗد: ۵۷۰]

فوائد: اس روایت کی سند قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے دیکھئے انوار الصحیفہ لشیخنا حافظ زبیر علی زئی (د: ۵۷۰)

آمین کہنے کی فضیلت:

(36) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو، پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی، اس کے گذشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ [بخاری: ۷۸۰، مسلم: ۴۱۰]

فوائد: بلند آواز سے آمین کہنے کے دلائل اور منکرینِ آمین بالجہر کے ازالہ شبہات کے لیے ''القول المتین فی الجہر بالتأمین'' کا مطالعہ کیجئے۔

تحمید کی فضیلت:

(37) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) کہے تو تم ((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ)) کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگیا اس کے گذشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ [بخاری: ۷۹۶، مسلم: ۴۰۹]

فوائد: سیدنا رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) آپ کے ایک مقتدی نے کہا: ((رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْهِ)) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ اس (مقتدی) نے کہا: میں تھا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو دیکھا جو ان کلمات کا ثواب لکھنے میں جلدی کر رہے تھے۔ [بخاری: ۷۹۹]

پانچ نمازوں کی فضیلت:

38 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: بتاؤ کہ اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ پانچ دفعہ اس میں غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ سکتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں میل میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے اللہ ان کے سبب گناہوں کو مٹاتا ہے۔ [بخاری: ۵۲۸، مسلم: ۶۶۷]

39 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: پانچ نمازیں، جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے دوسرے رمضان تک کے درمیانی وقت میں سرزد ہونے والے گناہوں کا یہ کفارہ ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ [مسلم: ۲۳۳]

فوائد: معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ ''حقیقی توبہ'' سے ہی معاف ہوتے ہیں۔

40 سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: جس شخص نے نماز کے لیے کامل وضوء کیا پھر فرض نماز ادا کرنے کے لیے گیا اور اس نے جماعت کے ساتھ یا مسجد میں نماز ادا کی تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ [مسلم: ۲۳۲]

41 سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پورا (کامل) وضوء کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں (ان کے درمیانی اوقات میں ہونے والے گناہوں کا) کفارہ بن جاتی ہیں۔ [مسلم: ۲۳۱]

فوائد: اس حدیث سے نماز کی فضیلت کے ساتھ کامل وضوء کی اہمیت بھی واضح ہو رہی ہے۔

42 سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے خطبہ کے دوران سنا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ سے ڈرو (جو تمہارا رب ہے) اور پانچ وقت کی نماز ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مالوں سے زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے امراء کا حکم مانو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ [ترمذی: ۶۱۶]

فوائد: تقویٰ، نماز کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ اور جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے، امراء کا حکم شریعت کے تابع رہ کر ماننا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ((**لا طاعة في المعصية إنما الطاعة في المعروف**)) یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے اطاعت صرف معروف میں ہے۔ [بخاری: ۷۲۵۷]

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

سوال وجواب — تخريج الأحاديث
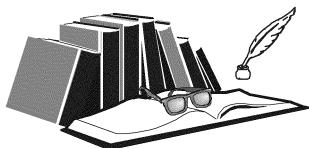
فرض نماز کے بعد ماتھے پر ہاتھ

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فوراً اپنے ماتھے پر دایاں ہاتھ رکھ دیتے ہیں یا اسے پکڑ لیتے ہیں اور کوئی دعا پڑھتے رہتے ہیں۔ کیا اس عمل کی کوئی دلیل قرآن وسنت میں موجود ہے؟ تحقیق کر کے جواب دیں، جزاکم اللہ خیراً (اسد اللہ، خیر باڑہ، غازی ہزارہ)

الجواب:

سلام الطّویل المدائنی عن زید العمی عن معاویہ بن قرۃ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قضى صلاته مسح جبهته بيده اليمنى ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله الرحمن الرحيم ، اللهم اذهب عني الهم والحزن))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز پوری کرتے (تو) اپنی پیشانی کو دائیں ہاتھ سے چھوتے پھر فرماتے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے وہ رحمٰن ورحیم ہے۔ اے اللہ! غم اور مصیبت مجھ سے دور کر دے۔ [عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ح ۱۱۲ واللفظ لہ، الطبرانی فی الاوسط ۳/۲۴۳ ح ۲۵۲۰ دوسرا نسخہ: ۲۴۹۹، کتاب الدعاء للطبرانی ۲/۱۰۹۶ ح ۶۵۹، الأمالی لابن سمعون: ح ۱۲۱، نتائج الافکار لابن حجر ۲/۳۰۱، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی ۲/۳۰۱، ۳۰۲]

اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔ سلام الطّویل المدائنی: متروک ہے (التقریب: ۲۷۰۲) امام بخاری نے فرمایا: ترکوہ (کتاب الضعفاء مع تحقیقی: تحفۃ الاقویاء ص ۵۱ ت: ۱۵۵)

حاکم نیشاپوری نے کہا: اس نے حمید الطّویل، ابوعمرو بن العلاء اور ثور بن یزید سے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۴۴ ت: ۷۳)

حافظ ہیثمی نے کہا: وقد أجمعوا على ضعفه اور اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: " والحديث ضعيف جداً بسببه " اور (یہ) حدیث سلام الطّویل کے سبب کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ (نتائج الافکار ۲/۳۰۱)

اس سند کا دوسرا راوی زید العمی :ضعیف ہے (تقریب التھذیب:۲۱۳۱) اسے جمہور (محدثین) نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد۱۰/۱۱۰، ۲۶۰)

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: '' **وبقية رجال أحد إسنادي الطبراني ثقات وفي بعضهم خلاف** '' اور طبرانی کی دو سندوں میں سے ایک سند کے بقیہ راوی ثقہ ہیں اور ان میں سے بعض میں اختلاف ہے۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۱۱۰)

طبرانی والی دوسری سند تو کہیں نہیں ملی، غالباً حافظ ہیثمی کا اشارہ البزار کی '' **حدثنا الحارث بن الخضر العطار : ثنا عثمان بن فرقد عن زيد العمي عن معاوية بن قرة عن أنس بن مالك رضي الله عنه .. إلخ** '' والی سند کی طرف ہے۔ (دیکھئے کشف الاستار۴/۲۲ح۳۱۰۰)

عرض ہے کہ الحارث بن الخضر العطار کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ اس نے عثمان بن فرقد اور زید العمی کے درمیان سلام الطّویل المدائنی کے واسطے کو گرا دیا ہو۔ اگر نہ بھی گرایا ہو تو یہ سند اس کے مجہول ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دوسری روایت:

کثیر بن سلیم عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

((**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قضى صلا ته مسح جبهته بيمينه ثم يقول : باسم الله الذي لا إله غيره ، اللهم اذهب عني الهم والحزن ، ثلاثاً**))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز پوری کرتے تو دائیں ہاتھ سے اپنی پیشانی کا مسح کر کے تین دفعہ فرماتے: اس اللہ کے نام کے ساتھ (شروع) جس کے علاوہ کوئی (برحق) الٰہ نہیں ہے، اے اللہ! میرے غم اور مصیبت کو دور کر دے۔ [الکامل لابن عدی ۷/۱۹۹۱ ترجمۃ کثیر بن سلیم، واللفظ لہ، الاوسط للطبرانی ۴/۱۲۶ ح ۳۲۰۲ وکتاب الدعاء للطبرانی ۲/۱۰۹۵ ح ۶۵۸، الأمالی للشجری ۱/۲۴۹ وتاریخ بغداد ۱۲/۴۸۰ ونتائج الافکار ۲/۳۰۱، ۳۰۲]

کثیر بن سلیم کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: **منكر الحديث** (کتاب الضعفاء بتحقیقی تحفۃ الاقویاء:۳۱۶) جسے امام بخاری منکر الحدیث کہہ دیں، ان کے نزدیک اس راوی سے روایت حلال نہیں ہے (دیکھئے لسان المیزان ج ۱ ص ۲۰) کثیر بن سلیم کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمتروکین :۵۰۶) متروک راوی کی روایت شواہد و متابعات میں بھی معتبر نہیں ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث للحافظ ابن کثیر (ص ۳۸، النوع الثانی، تعریفات اخری للحسن)

خلاصۃ التحقیق:

یہ روایت اپنی تینوں سندوں کے ساتھ سخت ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے '' **ضعيف جداً** ''سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفۃ ۲/۱۱۴ ح ۶۶۰)

تنبیہ: سیوطی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجامع الصغیر: ۶۷۴۱)
محمد ارشاد قاسمی دیوبندی نے اسے بحوالہ الجامع الصغیر ومجمع الزوائد نقل کر کے "بسند ضعیف" لکھا ہے (یعنی اس کی سند ضعیف ہے) لیکن اس غالی دیوبندی نے عربی عبارت (جس میں روایتِ مذکورہ پر جرح ہے) کا ترجمہ نہیں لکھا، دیکھئے "الدعاء المسنون" (ص ۲۱۲ پسند کردہ مفتی نظام الدین شامزئی دیوبندی)
دیوبندی و بریلوی حضرات سخت ضعیف ومردود روایات عوام کے سامنے پیش کر کے دھوکہ دے رہے ہیں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہیں؟

خلاصۃ التحقیق:

نماز کے بعد، ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنے کا کوئی ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین عظام رحمہم اللہ سے نہیں ہے۔ لہذا اس پر عمل سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔

وما علینا إلا البلاغ
(۱۹/ صفر ۱۴۲۶ھ)

صحابی ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر ایک بہتان اور اس کا رد

سوال: قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ O فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ O فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾

ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ اپنے فضل سے، ہمیں (مال) دے گا تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے اور ضرور ہم صالحین میں سے ہوں گے۔ پس جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے (مال) عطا کیا تو انہوں نے بخل کیا اور منہ پھیر کر اعراض کرتے ہوئے چلے گئے۔ پس اللہ کے ساتھ اس وعدہ خلافی اور ان لوگوں کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے اللہ نے قیامت تک ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا۔ [سورہ التوبۃ: ۷۵۔۷۷]
اس آیت کی تشریح میں تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے کہ:

"یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تھوڑا مال جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے مال سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے باہر ہو۔ اس نے دوبارہ درخواست کی تو آپ نے سمجھایا: کیا تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ میں اگر چاہتا تو پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا: واللہ میرا ارادہ ہے کہ اللہ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کروں، ہر ایک کو اس کا حق ادا کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے

لیے مال میں برکت کی دعا فرمائی تو اس کی بکریوں میں اتنا اضافہ ہوا کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لیے تنگ ہو گیا۔

یہ (ثعلبہ بن حاطب) ایک میدان میں نکل گیا۔ظہر وعصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا، باقی نمازیں اسے جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی تو اسے اور دور جانا پڑا۔اب سوائے جمعہ کے سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں۔مال بڑھتا گیا۔ ہفتے بعد جمعہ کے لیے آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا؟

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔آپ نے اظہار افسوس فرمایا۔

ادھر یہ آیت نازل ہوئی کہ ان کے مال سے صدقہ (زکوۃ) لے لو (سورہ توبہ:۱۰۳) اور صدقات کے احکام بھی بیان ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو زکوۃ اکٹھا کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور بنی سلیم کے فلاں آدمی سے صدقہ (زکوۃ) لے آؤ۔

یہ دونوں جب ثعلبہ کے پاس پہنچے اور فرمان رسول دکھایا تو یہ کہنے لگا: واہ واہ یہ تو جزیئے کی بہن ہے، یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے۔بنو سلیم والے آدمی نے تو اپنے بہترین جانور زکوۃ میں نکال کر ان دونوں آدمیوں کے حوالے کئے۔مگر ثعلبہ نے زکوۃ ادا نہ کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا اور بنو سلیم والے شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات (التوبہ: ۷۵۔۷۷) نازل فرمائیں۔ثعلبہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر واقعہ بیان کیا اور آیت بھی سنائی۔وہ آپ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے تو آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔یہ (ثعلبہ) اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔پھر بعد میں صدیق اکبر، عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی زکوۃ قبول نہ فرمائی۔

''پھر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگا منت سماجت کرنے لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں نے تیرا صدقہ قبول نہیں کیا تو میں کیسے قبول کروں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا۔اسی اثناء میں یہ شخص ہلاک ہو گیا''

[تفسیر ابن کثیر مترجم ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹، طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۳ء بتصرف یسیر) کیا یہ واقعہ صحیح سند سے ثابت ہے؟

تحقیق کر کے تفصیل سے جواب دیں، جزاکم اللہ خیراً (ایک سائل)

❁ الجواب:

تفسیر ابن کثیر میں یہ واقعہ بحوالہ تفسیر ابن جریر طبری (۱۰/۱۳۰، ۱۳۱) وتفسیر ابن ابی حاتم الرازی (۶/۱۸۴۷۔۱۸۴۹)
''معان بن رفاعة عن علي بن يزيد عن أبى عبد الرحمن القاسم بن عبدالرحمن عن أبى أمامة الباهلي رضى الله عنه '' مذکور ہے۔(ج ۳ ص ۴۱۶، ۴۱۷)

تفسیر ابن کثیر کے محقق جناب عبدالرزاق المهدی لکھتے ہیں:
''إسناده واه بمرة والمتن باطل .. وإسناده ضعيف جداً '' یہ انتہائی کمزور سند ہے اور یہ متن باطل ہے۔۔اور اس کی سند سخت ضعیف ہے۔(حاشیہ تفسیر ابن کثیر ۳/۴۱۷)

اس کا راوی علی بن یزید الالھانی سخت ضعیف راوی ہے۔امام بخاری فرماتے ہیں:
'' منكر الحديث'' (کتاب الضعفاء بتحقیقی تحفۃ الاقویاء ص ۷۹ ت ۲۶۲)

امام بخاری کے نزدیک اس شخص سے روایت حلال نہیں ہے جسے وہ '' منكر الحديث'' کہہ دیں (دیکھئے لسان المیزان ج۱ ص۲۰)

امام نسائی نے فرمایا:'' متروك الحديث'' (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۴۳۲)

متروک راوی کی روایت، بغیر تنبیہ کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص ۳۸)

اس سند کا دوسرا راوی معان بن رفاعہ: لین الحدیث (یعنی ضعیف) ہے۔(تقریب: ۶۷۴۷)

خلاصۃ التحقیق:

یہ روایت باطل اور مردود ہے۔اس روایت پر تفصیلی جرح کے لئے عداب محمود الحمش کی کتاب '' ثعلبة بن حاطب ، الصحابي المفترى عليه ''دیکھیں (ص ۶۷ تا ۷۳)

تنبیہ: تفسیر ابن کثیر عربی میں ''ازلی منافق'' کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔اب اس روایت کے شواہد (تائید والی روایتوں) کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱: '' محمد بن سعد العوفي عن أبيه عن عمه عن أبيه عن أبيه عن ابن عباس'' کی سند سے ایک مختصر روایت اس کی مؤید ہے۔[دیکھئے تفسیر طبری ۱۰/۱۳۰ وتفسیر ابن ابی حاتم ۶/۱۸۴۹ ح ۱۰۵۰۰]

اس روایت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نیچے سارے راوی ضعیف ہیں۔

(۱) محمد بن سعد العوفی ضعیف عندالجمہور ہے۔(۲) سعد بن محمد بن الحسن العوفی جہمی (سخت گمراہ) ہے [دیکھئے لسان المیزان ۳/۱۹] کسی نے بھی اس کی توثیق نہیں کی (۳) سعد العوفی کا چچا الحسین بن الحسن بن عطیۃ العوفی ضعیف و مجروح ہے۔[دیکھئے لسان المیزان ۲/۲۷۸] (۴) الحسن بن عطیۃ العوفی ضعیف ہے۔[تقریب: ۱۲۵۶] (۵) عطیۃ العوفی ضعیف الحفظ ومدلس ہے۔[دیکھئے طبقات المدلسین بتحقیقی: ۴/۱۲۲ ضعفہ الجمہور]

خلاصۃ التحقیق: یہ سند باطل و مردود ہے۔

۴: " **ابن جرير الطبري قال: حدثنا ابن حميد قال: ثنا سلمة عن ابن إسحاق عن عمرو بن عبيد عن الحسن " إلخ** (تفسیر طبری ۱۳۳/۱۰)

اس میں محمد بن حمید الرازی: " **حافظ ضعیف ، وکان ابن معین حسن الرأی فیه** " ہے (تقریب: ۵۸۳۴)
ابن معین کی حسن رائے جمہور کی جرح کے مقابلے میں مردود ہے۔ محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہے اور روایت معنعن (عن سے) ہے۔ عمرو بن عبید المعتزلی: کذاب ہے۔ دیکھئے میری کتاب تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری (ص ۸۱ ت ۲۶۹) وتہذیب التہذیب (۷۰/۸) ومیزان الاعتدال (۲۷۳/۳)

خلاصۃ التحقیق: یہ سند عمرو بن عبید کی وجہ سے موضوع ہے۔

۵: قتادہ تابعی سے روایت ہے کہ:

" **ذكرلنا أن رجلاً من الانصار أتى مجلس من الأنصار فقال: لئن آتاه الله مالاً ليؤدين إلى كل ذي حق حقه فآتاه الله مالاً فصنع فيه ماتسمعون** "

ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک انصاری آدمی انصاریوں کی مجلس میں آیا اور کہا: اگر اللہ مجھے مال دے تو میں ہر حق دار تک اس کا حق پہنچا دوں گا۔ پس اللہ نے اسے مال دیا تو اس نے وہ کام کیا جو آپ سن رہے ہیں۔

[تفسیر طبری ۱۳۱/۱۰ من طریق سعید عن قتادۃ بہ]

اس میں سعید بن ابی عروبہ ثقہ مدلس ہے، دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۵۰/۲) وتقریب التہذیب (۲۳۶۵) لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ قتادہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

تنبیہ: اس ضعیف روایت میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا نام مذکور نہیں ہے۔

۶: مجاہد تابعی سے روایت ہے کہ:

" **رجلان خرجا على ملا قعود فقالا: والله لئن رزقنا الله لنصدقن ، فلما رزقهم بخلوا به** "

دو آدمی ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو بیٹھے ہوئے تھے تو ان دونوں نے کہا: واللہ اگر ہمیں اللہ رزق دے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے۔ پس جب اللہ نے انہیں رزق دیا تو انہوں نے بخل کیا۔

[تفسیر طبری ۱۳۲/۱۰ وتفسیر ابن ابی حاتم ۱۸۴۹/۶ ح ۱۰۵۰۱ من حدیث ابن ابی نجیح عن مجاہد بہ]

اس روایت کا راوی عبداللہ بن ابی نجیح ثقہ مدلس ہے دیکھئے طبقات المدلسین بتحقیقی (۷۷/۳) وتقریب التہذیب (۳۶۶۲) لہذا یہ روایت ابن ابی نجیح کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ: اس ضعیف روایت میں بھی ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا نام موجود نہیں ہے۔

تحقیق کا خلاصہ: ان تمام روایات کی تحقیق کا نتیجہ اور خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ثعلبہ بن حاطب الانصاری رضی اللہ عنہ کے

بارے میں یہ قصہ بے بنیاد و باطل ہے جسے بعض قصہ گو حضرات مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔اس مردود قصے سے سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ بری ہیں۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق میں ثعلبہ بن حاطب الانصاری البدری رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی ہیں اور ثعلبہ بن حاطب اور ابن ابی حاطب الانصاری، غیر البدری، رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی ہیں۔دیکھئے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (طبع بیت الافکار ص۱۵۶ ت ۹۷۰)

سجدۂ تلاوت سنت ہے یا واجب؟

سوال:

ا۔ قرآن مجید میں: بعض ایسی آیات ہیں جن کی تلاوت پر سجدہ کیا جاتا ہے۔کیا یہ سجدۂ تلاوت واجب ہے یا سنت؟

ب۔ قرآن مجید کی مکمل تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر یہ سجدے اکٹھے بالترتیب ادا کر دیئے جائیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج۔ قرآن مجید میں سورہ حج کے آخر میں آیت نمبر ۷۷ کے باہر لکھا ہوا ہے کہ ''السجدۃ عند الشافعی'' یعنی امام شافعی کے نزدیک یہاں سجدہ تلاوت ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟ قرآن مجید میں یہ شافعی وغیر شافعی والی بات کہاں سے آ گئی ہے؟

بینوا توجروا، (روایت خان۔خالو، غازی)

❁ الجواب:

ا: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

'' أن النبي صلی الله علیه و سلم سجد بالنجم '' بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا۔(صحیح بخاری:۱۰۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

'' قرأت علی النبي صلی الله علیه و سلم ﴿والنجم﴾ فلم یسجد فیها '' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ نجم پڑھ کر سنائی تو آپ نے سجدہ نہیں کیا۔(صحیح البخاری:۱۰۷۳ و صحیح مسلم:۵۷۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کرنا واجب یا ضروری نہیں ہے۔خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

'' فمن سجد فقد أصاب و من لم یسجد فلا إثم علیه '' پس جو (تلاوت والا) سجدہ کرے تو اس نے صحیح کام کیا اور جو سجدہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔[صحیح البخاری:۱۰۷۷]

معلوم ہوا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں بلکہ سنت و مستحب ہے۔اور یہی قول امام شافعی و امام احمد کا ہے دیکھئے سنن

الترمذی (ح ۵۷۶)

ب: اس کا کوئی ثبوت میرے علم میں نہیں ہے۔

ج: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورہ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔ (مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۲۰۶ ح ۴۸۳ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سورہ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۱۸/۲ وسندہ صحیح]

تنبیہ: خالد بن معدان تدلیس کے الزام سے بری ہے (الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۲/۴۶) اور عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۲ ح ۴۲۸۹ والبیہقی ۳۱۸/۲]

سیدنا عمر (بن الخطاب) رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی تو سورہ حج میں دو سجدے کئے۔ [البیہقی ۳۱۷/۲ وسندہ صحیح، وابن ابی شیبہ ۱۱/۲ ح ۴۲۸۸]

ابوالعالیہ (تابعی) نے کہا: سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/۲ ح ۴۲۹۴ وسندہ صحیح]

زر بن حبیش (تابعی، قاری) اور ابوعبدالرحمٰن (قاری) دونوں سورہ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔ [ابن ابی شیبہ ۱۲/۲ ح ۴۲۹۶ وسندہ حسن]

ابواسحاق السبیعی نے کہا: " **أدرکت الناس منذ سبعین سنة یسجدون فی الحج سجدتین** " میں نے ستر (۷۰) سال سے لوگوں کو سورہ حج میں دو سجدے (ہی) کرتے پایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۲/۲ ح ۴۲۹۵ وسندہ صحیح)

ان روایاتِ مذکورہ کے علاوہ دوسرے آثار بھی ہیں۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا سورہ حج میں دو سجدے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: " **نعم ومن لم یسجد هما فلا یقرأهما** " جی ہاں، اور جو شخص یہ دونوں سجدے نہ کرے تو وہ یہ دونوں آیتیں نہ پڑھے [سنن ابی داؤد: ۱۴۰۲ وسندہ حسن]

ابن لھیعہ نے یہ روایت اختلاط سے پہلے بیان کی ہے اور سماع کی تصریح کر دی ہے مشرح بن ھاعان: حسن الحدیث ہے دیکھئے میری کتاب نور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۱۷۱، ۱۷۲)

اس حدیث میں اس شخص کو یہ آیتیں پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جو سورہ حج کے دوسرے سجدے کی مسنونیت سے انکار کرتا ہے۔ جس شخص کے نزدیک سجودِ تلاوت واجب نہیں بلکہ سنت ہیں وہ اس حدیث کا مخاطب نہیں ہے کیونکہ وہ سورہ حج میں دونوں سجدوں کے سنت ہونے کا قائل ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حاشیے پر " **السجدة عند الشافعی** " کے الفاظ کسی ایسے شخص نے لکھے ہیں جو اس سجدے کا منکر ہے۔

اگر لکھنا ہی ہے تو اس طرح لکھیں " **السجدة عند رسول الله صلی الله علیه وسلم وعند عمر وعند عبدالله بن عمر وعند أبی الدرداء وغیرهم من الصحابة رضی الله عنهم أجمعین** "!

یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ سورہ حج کے اس دوسرے سجدے سے قائلین وفاعلین ، امام شافعی رحمہ اللہ کی پیدائش سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ یاد رہے کہ اگر سجدہ تلاوت نہ بھی کیا جائے تو دلائل سابقہ کی رو سے جائز ہے لہذا اگر کسی نے سورہ حج کا یہ دوسرا سجدہ نہیں کیا تو یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس سجدے کے جواز یا سنیت کا بھی قائل نہیں تھا۔ وما علینا إلا البلاغ

چار سنتیں دو دو کر کے پڑھیں

سوال: کیا ظہر یا عصر کی چار سنت کو ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے؟ (ایک سائل)

الجواب:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" صلوة اللیل والنهار مثنٰی مثنٰی " رات اور دن کی (نفل، سنت) نماز دو دو (رکعتیں) ہے۔

[سنن ابی داود: ۱۲۹۵ وسندہ حسن]

اسے ابن خزیمہ (۱۲۱۰) ابن حبان (۶۳۶) اور جمہور محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

[دیکھئے میری کتاب نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داود ج ا ص ۳۷۱]

معرفۃ علوم الحدیث للحاکم [ص ۵۸ ح ۱۰۱] میں اس کی ایک مؤید روایت ہے جس کی سند حسن ہے، اس کے باوجود امام حاکم نے اسے " وھم " قرار دیا ہے۔!

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

"صلوة اللیل والنهار مثنی مثنی " رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو (رکعتیں) ہے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۸۷ وسندہ صحیح ولا علۃ فیہ]

اس سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داود والی حدیث سابق: صحیح لغیرہ ہے۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ چار سنتیں دو دو کر کے دو سلاموں کے ساتھ پڑھنی چاہئیں۔

نافع (تابعی) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) دن کو چار چار رکعتیں (سنت) پڑھتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۷۴ ح ۶۶۳۴ وسندہ صحیح]

عبداللہ بن عمر العمری (صدوق حسن الحدیث عن نافع، ضعیف عن غیرہ) عن نافع کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو دو دو رکعت اور دن کو چار رکعت (نوافل) پڑھتے تھے، پھر سلام پھیرتے تھے۔

[مصنف عبدالرزاق ۲/ ۵۰۱ ح ۴۲۲۵ واسنادہ حسن]

اس روایت کی دوسری سند سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح لغیرہ ہے۔ [دیکھئے مصنف عبدالرزاق ح ۴۲۲۶]

امام ابن المنذر النیسابوری نے اسے " ثابت عن ابن عمر " قرار دیا ہے۔ [الاوسط ۵/ ۲۳۶]

تنبیہ: عبداللہ بن عمر العمری کی مصنف عبدالرزاق والی روایت الاوسط میں " أخبرنا عبيدالله بن عمر عن نافع عن أبن عمر " إلخ کی سند سے چھپی ہوئی ہے!

اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک سلام سے چار سنتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن بہتر یہی ہے کہ مرفوع حدیث کی وجہ سے وتر کے علاوہ تمام سنتیں اور نوافل دو دو کر کے پڑھے جائیں۔

حسن بصری (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" صلوة النهار ركعتان ركعتان " دن کی نماز دو دو رکعتیں ہے۔

[مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه ، رواية إسحاق بن منصور الكوسج ۱/ ۲۰۵ فقره: ۴۳۳ وسنده صحيح ، الأشعث هو ابن عبدالملك الحمراني]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دن کی نفل نماز دو دو کر کے پڑھتے تھے [ایضاً فقرہ: ۴۰۵] لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة ، وما علينا إلا البلاغ

اُمتِ مسلمہ کے منافقین کی اکثریت قاریوں میں سے ہے

امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

" قال لي محمد بن مقاتل : حدثنا ابن المبارك قال :أخبرنا عبدالرحمن بن شريح المعافري قال: حدثني شراحيل بن يزيد عن محمد بن هدية عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال قال النبي صلى الله عليه وسلم :أكثر منافقي أمتي قراء ها "

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے منافقوں کی اکثریت قاریوں میں سے ہے۔ (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۲۵۷ وسندہ حسن)

اس روایت کے سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں۔ محمد بن ھدیہ الصدفی المصری کو امام (معتدل) العجلی، حافظ ابن حبان اور یعقوب بن سفیان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تحریر تقریب التہذیب ۳/ ۳۲۸)

لہذا یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

مسند احمد (۴/ ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۵۵) وغیرہ میں اس کے دوسرے شواہد (تائید کرنے والی روایتیں) موجود ہیں۔

دیکھئے السلسلة الصحيحة للشيخ الألباني رحمه الله (۲/ ۳۸۷، ۳۸۸ ح ۷۵۰)

لہذا یہ حدیث صحیح (لغیرہ) ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (صحیح الجامع: ۱۲۰۳)

اس حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ امت مسلمہ میں اکثر منافقین وہ لوگ ہیں جو قاری (قراء) حضرات ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ قاریوں کی اکثریت بدعات، گمراہیوں، جھوٹ، وعدہ خلافی اور تکبر وغیرہ امراض میں مبتلا ہے۔

مردوعورت کی نماز میں فرق اور آلِ تقلید

تحریر: حافظ زبیر علی زئی

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد:

آل تقلید کا ''مردوعورت کی نماز میں فرق '' کے سلسلے میں دعوی ہے کہ:

'' (۱) عورت تکبیرہ تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھائے (۲) اپنے ہاتھ آستینوں سے باہر نہ نکالے (۳) داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دے (۴) ہاتھ پستانوں کے نیچے چھاتی پر باندھے (۵) رکوع میں تھوڑا سا جھکے (۶) رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے (۷) رکوع میں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ نہ رکھے بلکہ انہیں ملالے (۸) رکوع میں اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے (گھٹنے پکڑے مت) (۹) رکوع میں گھٹنوں کو کچھ خم دیدے (۱۰) رکوع میں سمٹ جائے (۱۱) سجدہ میں بھی جسم کو اکٹھا کر کے سمٹ جائے (۱۲) سجدہ میں کہنیوں سمیت بازو زمین پر بچھادے (۱۳) قعدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں کولہے پر بیٹھے (۱۴) قعدہ میں انگلیاں رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں تک پہنچیں اور انگلیاں ملالے ''

(روزنامہ اسلام، خواتین کا اسلام: ۳۱، ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۳ء ص ۴ مضمون: مردوعورت کی نماز کا فرق، ازقلم مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی [دیوبندی])

ان فروقِ تقلید یہ کے مقابلے میں اہل الحدیث کا دعوی یہ ہے کہ:

درج بالا فروق میں سے ایک فرق بھی عورتوں کی تخصیص کے ساتھ قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا حدیث " صلوا كما رأيتموني أصلي " نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو، کی رو سے عورتوں کو بھی اسی طرح نماز پڑھنی چاہیے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔

اہل الحدیث کو آلِ تقلید سے یہ شکایت ہے کہ یہ لوگ ضعیف و مردود روایتیں اور موضوع سے غیر متعلقہ دلائل پیش کر کے عام مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد قاری چن محمد دیوبندی اور قاری نصیر احمد دیوبندی کے چار صفحاتی مضمون '' مردوعورت کی نماز میں فرق '' کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ مردوعورت کے طریقۂ نماز میں فرق کے سلسلے میں دوسرے لوگوں کے شبہات کے جوابات بھی، ہمارے اس مضمون میں دے دیئے گئے ہیں۔ والحمدللہ

قاری چمن صاحب(۱):" وعن وائل بن حجر قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا وائل بن حجر إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنيك والمرأة [تجعل] حذاء ثديها "

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا طریقہ سکھلایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجرؓ جب تم نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اُٹھائے ۔مجمع الزوائد صفحہ 2/103"(ص ۱)

الجواب:

اس حدیث کے بارے میں حافظ نورالدین الھیثمی رحمہ اللہ اپنی کتاب مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں کہ:

" رواه الطبراني في حديث طويل في منا قب وائل من طريق ميمونة بنت حجر عن عمتها أم يحي بنت عبد الجبا رولم أعرفها وبقية رجا له ثقات "

اسے طبرانی نے مناقب وائل (رضی اللہ عنہ) سے میمونہ بنت حجر سے، انہوں نے اپنی پھوپھی ام یحیی بنت عبدالجبار سے لمبی حدیث میں روایت کیا ہے۔ام یحیی کو میں نہیں جانتا اور اس (سند) کے باقی راوی ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد ج ۱ص۱۰۳)

معلوم ہوا کہ صاحب مجمع الزوائد نے اس روایت کی سند پر جرح کر رکھی ہے جسے دیوبندیوں کے" مناظر" اور" قراء " کی صف میں شامل قاری چمن صاحب اینڈ پارٹی نے چھپا لیا ہے۔کیا انصاف وامانت اسی کا نام ہے؟

لطیفہ: حیاتی دیوبندیوں کے مناظر، ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب نے ام یحیی کی اسی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ دیکھئے مجموعہ رسائل (جلد۲ص۹۴طبع جون۱۹۹۳ء)

جبکہ اپنی مرضی کے مخالف ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ:" اور ام یحیی مجہولہ ہیں"(مجموعہ رسائل ج اص ۳۴۶، نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا ص۱۰)

ایک ہی راویہ اگر مرضی کے خلاف روایت میں ہو تو مجہولہ بن جاتی ہے اور دوسری جگہ اسی کی روایت سے حجت پکڑی جاتی ہے۔سبحان اللہ! کیا دیوبندی انصاف ہے!!

تنبیہ: مجمع الزوائد والی روایت مذکورہ المعجم الکبیر للطبرانی (ج ۲۲ص۱۹،۲۰ ح ۲۸) میں ام یحیی کی سند سے موجود ہے اور اسی کتاب سے" حدیث اور اہل حدیث" کے مصنف نے اسے نقل کر رکھا ہے۔(ص۴۷۹)

تنبیہ: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ غیر ثابت روایت محمد ظفر الدین قادری رضوی بریلوی (متوفی ۱۹۶۲ء) نے اپنی وضع کردہ کتاب" صحیح البہاری"(ص۳۸۳) میں نقل کی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحیح البخاری کے مقابلے میں لکھی گئی بریلوی کتاب" صحیح البہاری"(!) اپنے دامن میں ضعیف ومردود روایات بھی جمع کئے ہوئے ہے۔یہ لوگ کس دھڑلے سے ضعیف ومردود روایات کو صحیح باور کرانا چاہتے ہیں۔کیا انہیں روزِ جزا کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟

قاری چمن صاحب (۲):

''امام بخاریؒ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت عطاء تابعیؒ کا فتویٰ نقل کیا کہ عورت نماز میں اپنی چھاتیوں تک ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا ایسے نہ اُٹھائے جس طرح مرد اُٹھاتے ہیں اور آخر میں فرمایا نماز میں عورت.....مردوں کی طرح نہیں ہے۔ مصنف لابی بکر بن ابی شیبہ صفحہ 1/239''

الجواب:

مصنف ابن ابی شیبہ (۲۳۹/۱ ح ۲۴۷۴) کی روایت مذکورہ کے آخر میں ہے کہ عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا: **إنّ للمرأة هيئة ليست للرجل وإن تركت ذلك فلا حرج**''

بے شک عورت کی ہیئت (حالت) مرد کی طرح نہیں ہے اور اگر وہ عورت اسے ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۹/۱)

معلوم ہوا کہ عطاء رحمہ اللہ کے نزدیک اگر عورت، چھاتی تک ہاتھ اُٹھانا ترک کر کے مردوں کی طرح نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس آخری جملے کو قاری چمن صاحب اور ''حدیث اور اہل حدیث'' کے مصنف نے (الحدیث کہہ کر) اس لئے چھپا لیا ہے کہ اس جملے سے اُن کے مزعوم مذہب کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جب اس میں حرج کوئی نہیں ہے تو پھر دیوبندی و بریلوی حضرات کیوں شور مچا رہے ہیں کہ مرد کانوں تک اور عورتیں چھاتیوں تک ہاتھ اُٹھائیں؟

آلِ تقلید کے بزعم خود دعویٰ میں قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد ابی حنیفہ حجت ہے۔ امام عطاء تابعی رحمہ اللہ کا قول کہاں سے ان کی حجت بن گیا؟

جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''**فإن قول التابعي لا حجة فيه**'' [بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔]

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۴۹)

دیوبندیوں کی ایک پسندیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

''اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں'' (تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان ص ۲۴۱)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

اول: امام صاحب تابعین کے اقوال و افعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔ اگر وہ تابعین میں سے ہوتے تو پھر تابعین کا علیحدہ ذکر کرنے کی (بغیر قرینہ صارفہ کے) کیا ضرورت تھی؟

اب امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے چند مسائل پیش خدمت ہیں جنہیں آلِ تقلید بالکل نہیں مانتے۔

ا: عطاء بن ابی رباح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، دیکھئے جز رفع الیدین (ح ۶۲ وسندہ حسن)

۲: عطاء فرماتے ہیں کہ:

" أما أنا فأقرأ مع ا لإمام فی الظهر والعصر بأم القرآن وسورة قصيرة "

میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھتا ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۳ ح ۲۷۸۶ وسندہ صحیح، ابن جریج صرح بالسماع)

۳: عطاء فرماتے ہیں کہ: " المسح على الجوربين بمنزلة المسح على الخفين "

جرابوں پر مسح اسی طرح (جائز) ہے جس طرح موزوں پر مسح (جائز) ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۹۱)

۴: عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر آپ غسل کے دوران (یعنی آخر میں) اپنے ذکر کو ہاتھ لگا دیں تو کیا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: " إذاً أعود بوضوء " میں تو دوبارہ وضو کروں گا۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۱۶۱ ح ۶۲۰ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی مخالفت کے ساتھ ساتھ آلِ تقلید حضرات امام عطاء و دیگر تابعین وصحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اقوال وافعال کے بھی مخالف ہیں۔

قاری چمن صاحب (۳): ''حضرت علامہ مولانا عبدالحئی لکھنوی فرماتے ہیں:

''واما فی حق النساء فاتفقوا على ان السنة لهن وضع اليدين على الصدر ... عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے نماز میں۔ السعایہ صفحہ 2/156''

الجواب:

عبدالحئی لکھنوی تقلیدی کے قول ''سب کا اتفاق'' سے مراد سب دیوبندیوں و بریلویوں و حنفیوں کا اتفاق ہے، پوری امت کا اتفاق مراد نہیں۔

عبدالرحمٰن الجزیری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''الحنابلة –قالوا :السنة للرجل والمرأة أن يضع باطن يده اليمنٰى على ظهر يده اليسرى ويجعلهما تحت سُرته''

حنبلی حضرات کہتے ہیں کہ مرد وعورت (دونوں) کے لئے سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کا باطن بائیں ہاتھ کی پشت پر اور ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۲۵۱ طبع بیروت، لبنان)

یاد رہے کہ عبدالحئی لکھنوی جیسے تقلیدی مولویوں کا قول وفعل، اہل حدیث کے خلاف پیش کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو کتاب وسنت واجماع سے محروم اور تہی دامن ہیں۔

قاری چمن صاحب (۴): ''عن أبي يزيد بن أبي حبيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على امراتين تصليٰن فقال [إذا] سجدتما فضما بعض اللحم الى الارض فإن المرأة فى ذلك ليست كالرجل ،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوعورتیں کے پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کروتو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کی مانند نہیں ہے۔ (بیہقی صفحہ 2/223، اعلاء السنن صفحہ 3/19)

الجواب:

امام بیہقی نے روایت مذکورہ کو امام ابوداود کی کتاب المراسیل (ح ۸۷) سے نقل کرنے سے پہلے اسے ''حدیث منقطع'' یعنی منقطع حدیث لکھا ہے۔ (السنن الکبری ۲/۲۲۳)

منقطع حدیث کے بارے میں اصول حدیث کی ایک جدید کتاب میں لکھا ہے کہ:

''المنقطع ضعيف بالإ تفاق بين العلماء وذلک للجهل بحال الراوي المحذ وف''

علماء کا اتفاق ہے کہ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے، یہ اس لئے کہ اس کا محذوف راوی مجہول ہوتا ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث ص ۷۸، المنقطع)

تنبیہ: کتاب المراسیل لابی داود (ح ۳۳) میں آیا ہے کہ طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ص ۸۹)

آلِ تقلید کو اس منقطع حدیث سے چڑ ہے۔ یہ لوگ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں پھر بھی اہل حدیث کے خلاف کتاب المراسیل کی منقطع روایت سے استدلال کر رہے ہیں! سبحان اللہ!

قاری چمن صاحب (۵): **''عن ابن عمر مرفوعاً اذا جلست المرأة فى الصلوة وضعت فخذها على فخذها الأخرى فاذا سجدت الصقت بطنها فى فخذيها كاستر ما يكون لها وان الله تعالىٰ ينظر اليها ويقول يا ملائكتى اشهدكم انى قد غفرت لها.**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو دائیاں ران بائیں ران پر رکھے اور جب سجدہ (کرے) تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے جوزیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے (فرشتو) گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔ بیہقی صفحہ 2/223''

الجواب:

اس روایت کے ایک راوی ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی کے بارے میں السنن الکبری للبیہقی کے اسی صفحے پر لکھا ہوا ہے کہ

:'' قال أبو أحمد : أبو مطيع بين الضعف فى أحا ديثه '' إلخ

(امام) ابواحمد (بن عدی) نے فرمایا: ابو مطیع کا اپنی حدیثوں میں ضعیف ہونا واضح ہے۔۔۔ الخ

اسے امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس پر جمہور محدثین کی جرح کے لئے لسان المیزان (۲/۳۳۴-۳۳۶) پڑھ لیں۔

اس روایت کے دوسرے راوی محمد بن القاسم البلخی کا ذکر حلال نہیں ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (۵/۳۴۷ ت ۷۹۹۷)

اس کے تیسرے راوی عبید بن محمد السرخی کے حالات نامعلوم ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔خود امام بیہقی نے اسے اور آنے والی حدیث (۹) کو "**حدیثان ضعیفان لایحتج بأمثالها**" قرار دیا ہے۔(السنن الکبری ۲/۲۲۲)

تنبیہ : یہ روایت کنز العمال (۷/۵۴۹ ح ۲۰۲۰۳) میں بحوالہ بیہقی وابن عدی (الکامل ۲/۵۰۱) منقول ہے (کنز العمال میں لکھا ہوا ہے کہ : **عدق و ضعفه عن ابن عمر**) بعض الناس نے کان کو اُلٹی طرف سے پکڑتے ہوئے اسے بحوالہ کنز العمال نقل کیا ہے۔(حدیث اور اہل حدیث ص ۴۸۱ نمبر ۵)!

قاری چن صاحب (٦): "عن إبن عمر أنه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ قال: كن يتربصن ثم أمر ن أن يحتفزن "

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں خواتین نماز کس طرح پڑھا کرتی تھیں۔تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے چار زانوں ہو کر بیٹھتی تھیں۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔ (جامع المسانید صفحہ 400/1)

الجواب:

ابوالمؤید محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ٦٦٥ھ/غیر موثق) کی کتاب "جامع المسانید" میں اس روایت کے بعض راویوں کا جائزہ درج ذیل ہے۔

۱: ابراہیم بن مہدی کا تعین نامعلوم ہے۔تقریب میں اس نام کے دو راوی ہیں۔ان میں دوسرا مجروح ہے۔قال الحافظ ابن حجر: "**البصري، كذبوه**" یہ بصری ہے اسے (محدثین نے) جھوٹا کہا ہے۔(التقریب:۲۵۷)

۲: زر بن نجیح البصری کے حالات نہیں ملے۔

۳: احمد بن محمد بن خالد کے حالات نہیں ملے۔

۴: علی بن محمد البزاز کے حالات نہیں ملے۔

۵: قاضی عمر بن الحسن بن علی الاشنانی مختلف فیہ راوی ہے۔اس کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ: "**وكان يكذب**" اور وہ جھوٹ بولتا تھا۔(سوالات الحاکم للدارقطنی :۲۵۲ص ۱۶۴)

حسن بن محمد الخلال نے کہا: "**ضعيف تكلموا فيه**" (تاریخ بغداد ۱۱/۲۳۸) ذہبی نے اس پر جرح کی۔

ابو علی الھروی اور ابو علی الحافظ نے اس کی توثیق کی۔(تاریخ بغداد ۱۱/۲۳۸)

ابن الجوزی نے اس پر سخت جرح کی (الموضوعات ۳/۲۸۰) برھان الدین الحلبی نے اسے واضعین حدیث میں ذکر کیا اور کوئی دفاع نہیں کیا (دیکھئے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث ص ۳۱۱، ۳۱۲ ت ۵۴۱)

ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاھد :ضعیف،معتزلی گمراہ نے اس کی تعریف کی۔خطیب بغدادی نے بھی اس کی تعریف کی۔

خلاصۃ التحقیق: قاضی اشنانی ضعیف عندالجمہور ہے۔

تنبیہ: قاضی اشنانی تک سند میں بھی نظر ہے۔

۶: دوسری سند میں عبداللہ بن احمد بن خالد الرازی، زکریا بن یحیی النیسابوری اور قبیصہ الطبری نامعلوم راوی ہیں۔ اور ابو محمد البخاری (عبداللہ بن محمد بن یعقوب) کذاب راوی ہے۔ دیکھئے الکشف الحثیث ص (۲۴۸) وکتاب القرأۃ للبیہقی (ص ۱۵۴) ولسان المیزان (۳۴۸/۳، ۳۴۹) ونور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۴۰، ۴۱)

معلوم ہوا کہ قاری صاحبان اینڈ پارٹی کی پیش کردہ یہ روایت موضوع ہے۔ امام ابوحنیفہ سے یہ روایات ثابت ہی نہیں ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ مزے لے لے کر یہ موضوع روایت پیش کر رہے ہیں!

قاری چمن صاحب (۷): ''خلیفہ راشد حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ: **إذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها،**

ترجمہ: جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنی رانوں کو ملائے۔ بیہقی صفحہ 2/223 مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ 1/270''

الجواب:

السنن الکبری للبیہقی (ج ۲ ص ۲۲۲) و رمصنف ابن ابی شیبہ (۲۷۰/۱ ح ۲۷۷۷) دونوں کتابوں میں یہ روایت ''**عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي**'' کی سند سے ہے۔

الحارث الاعور جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح راوی ہے۔ زیلعی حنفی نے کہا: ''**لا يحتج به**'' اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی (نصب الرایہ ۴۲۶/۲) زیلعی نے مزید کہا: ''**كذبه الشعبي وابن المديني**'' إلخ

اسے شعبی اور ابن المدینی نے کذاب کہا ہے۔ (نصب الرایہ ۳/۲)

اس سند کے دوسرے راوی ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں (طبقات المدلسین لابن حجر، المرتبۃ الثالثۃ ۳/۹۱) اور یہ روایت معنعن ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت مردود ہے۔

قاری چمن صاحب (۸): ''**عن ابن عباس انه سئل عن صلوة المرأة فقال : تجمع وتحتفز**''

حضرت ابن عباس سے عورت کی نماز کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ 1/270''

الجواب: یہ روایت بکیر بن عبداللہ بن الاشج نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۲۷۰/۱ ح ۲۷۷۸)

بکیر کی سیدنا ابن عباس سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ: ''**لم يثبت سماعه من عبد الله بن**

الحارث بن جزء وإنما روايته عن التابعين "

عبداللہ بن حارث بن جزء (رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ) سے اس کا سماع ثابت نہیں ہے۔ اس کی روایت تو صرف تابعین سے ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ا ص ۴۹۳، دوسرا نسخہ ص ۴۳۲)

یادرہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ۶۸ھ میں طائف میں فوت ہوئے تھے۔ جب ۸۸ھ میں فوت ہونے والے صحابی سے ملاقات ثابت نہیں تو ۶۸ھ میں فوت ہونے والے سے کس طرح ثابت ہوسکتی ہے؟

نتیجہ: یہ سند منقطع (یعنی ضعیف ومردود) ہے۔ سخت حیرت ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے پاس اتنی ضعیف ومردود روایات کس طرح جمع ہوگئی ہیں؟ غالباً ان لوگوں کو بہت محنت کرنا پڑی ہوگی، واللہ اعلم!

قاری چن صاحب (۹): ''حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمٹ کر بیٹھیں۔ بیہقی صفحہ 2/223''

الجواب:

اس روایت کا ایک راوی عطاء بن عجلان ہے جس کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ: "**عطاء بن عجلان ضعيف**" عطاء بن عجلان ضعیف ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۳)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: "**متروك بل أطلق عليه ابن معين والفلاس وغيرهما الكذب**"

یہ متروک ہے بلکہ ابن معین اور الفلاس وغیرہما نے مطلق طور پر اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (التقریب: ۴۵۹۴)

اس روایت اور سابقہ روایت (۵) کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ:

یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، ان جیسی روایتوں سے حجت نہیں پکڑی جاتی (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۲)

نتیجہ: یہ روایت مردود وموضوع ہے۔

تنبیہ: ان مردود روایات کے بعد قاری چن محمد صاحب وغیرہ نے دو روایتیں پیش کی ہیں کہ (۱) عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے نہیں، اسی طرح جب تک عورت کے قدموں کا اوپر والا حصہ ڈھانپا ہوا نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی (۲) تمہارا (یعنی عورتوں کا) گھروں کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ الخ

عرض ہے کہ ان روایتوں کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ رکھے اور مرد ناف کے نیچے، عورت بازو زمین پر بچھادے جب کہ مرد نہ بچھائیں، وغیرہ وغیرہ، موضوع سے غیر متعلقہ دلائل پیش کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے پاس سرے سے دلائل نہیں ہوتے۔

قاری صاحبان نے لکھا ہے کہ ''تمام فقہائے کرام ومحدثین ان تمام فرقوں کو ملحوظ رکھتے ہیں (ص ۴) عرض ہے کہ کیا حنابلہ، تمام فقہائے کرام سے خارج ہیں؟ تیسری روایت کا جواب دوبارہ پڑھ لیں۔

قاری صاحبان اینڈ پارٹی نے اہل حدیث کے خلاف فتاوی غزنویہ وفتاوی علماء اہل حدیث (۳/۱۴۸) کا حوالہ بطور

الزام پیش کیا ہے۔عرض ہے کہ فتاوی علمائے حدیث کی تقریباً ہر جلد کے شروع میں لکھا ہوا ہے کہ:

''یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلک اہلحدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔رائے ، قیاس ، اجتہاد اور اجماع یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں ۔۔۔اصول کی بنا پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افرادامت کے فتاوی ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے، ورنہ ترک کرے''(ج ا ص ٦)

اس اصول کی روشنی میں جب فتاوی مذکورہ کو کتاب وسنت پر پیش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ فتوے صحیح حدیث ''صلوا كما رأيتموني أصلي'' نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔(صحیح البخاری:٦٣١) کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہیں۔

اہل حدیث کے ایک مشہور عالم اور مصنف حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ایک شخص عبد الرؤف سکھروی (دیوبندی) کو جواب دیتے ہوتے لکھتے ہیں:

''اس لئے مولانا غزنوی کا یہ فتوی بھی ہمارے نزدیک اسی طرح غلط ہے جس طرح آپ کی ساری کتاب غلط، بلکہ اغلوطات کا مجموعہ ہے۔یہی وجہ کہ علمائے اہلحدیث میں کسی نے مولانا غزنوی کی تائید نہیں کی۔''

(کیا عورتوں کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف ہے؟ ص 57)

معلوم ہوا کہ غزنوی صاحب کا فتوی ، اہلحدیث کے نزدیک مفتی بہا نہیں ہے۔جب ہم ان لوگوں کے خلاف غیر مفتی بہا مسائل پیش نہیں کرتے تو یہ لوگ کیوں ہمارے خلاف غیر مفتی بہا مسائل پیش کرتے ہیں؟

نتیجہ: قاری چن محمد صاحب اینڈ پارٹی ایسی ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکے ہیں جس سے عورتوں کا طریقہ نماز (مثلاً عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اور مردوں کا ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا، وغیرہ) مردوں سے مختلف ہو۔دلائل کے میدان میں تہی دامن ہونے کے باوجود یہ شور مچا رہے ہیں کہ:''بلکہ خواتین کا طریقہ نماز مردوں کے طریقے سے جدا ہونا بہت سی احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے''(ص ا)

قاری صاحبان کے مستدلات کی تحقیق کے بعد صاحب''حدیث اور اہل حدیث'' کے شبہات کا جواب پیش خدمت ہے۔

بعض الناس(ا):''عن عبد ربه بن سليمان بن عمير قال : رأيت أم الدرداء ترفع يديها فى الصلوة حذو منكبيها (جزء رفع الیدین للإمام البخاری ص ۷)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں''(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۷۹ نمبر ۲)

الجواب:

اہلحدیث کے نزدیک کندھوں تک رفع یدین کرنا بھی صحیح ہے۔اور کانوں تک بھی صحیح ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے کانوں تک رفع یدین کیا ہے۔(صحیح مسلم:۳۹۱)اور آپ کندھوں تک بھی رفع یدین کرتے تھے(صحیح البخاری:۷۳۶وصحیح مسلم:۳۹۰)

یہاں پر بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ جزء رفع الیدین کی اسی روایت (ح ۲۴) کے فوراً بعد اسی سند کے ساتھ آیا ہے کہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کرتی تھیں۔(ح ۲۵ وسندہ حسن)

اس بات کو صاحبِ "حدیث اور اہلحدیث" نے چھپا لیا ہے۔چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو رفع یدین سے ایک خاص قسم کی چڑ ہے۔

بعض الناس (۲): "حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنے سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد رکھتا ہے۔" (حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۲ نمبر ۸، بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰ والبیہقی ۲/۲۲۲)

الجواب:

حدیث نمبر ۲ کے جواب میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ دیوبندیوں (آل تقلید) وغیرہ کے نزدیک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔اپنے اس عقیدے کے خلاف یہ لوگ پتہ نہیں کیوں ایک تابعی کا قول پیش کر رہے ہیں؟

اب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے چند وہ اقوال پیشِ خدمت ہیں، جن کے آلِ تقلید سراسر مخالف ہیں۔

۱: ابراہیم نخعی جرابوں پر مسح کرتے تھے(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۷ وسندہ صحیح)

۲: وضوء کی حالت میں ابراہیم نخعی اپنی بیوی کا بوسہ نہ لینے کے قائل تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۵ ح ۵۰۰ وسندہ صحیح)

یعنی ان کے نزدیک اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۴۶ ح ۵۰۷)

۳: ابراہیم نخعی رکوع میں تطبیق کرتے یعنی اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں کے درمیان رکھتے تھے(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۴۶ ح ۲۵۴۰ ملخصاً وسندہ صحیح، الاعمش صرح بالسماع)

ابراہیم نخعی کے دیگر مسائل کے لیے دیکھئے مولانا محمد رئیس ندوی کی کتاب "اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات" (ج ۱ ص ۴۱۴۔۴۲۰)

تنبیہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا: " تقعد المرأة فی الصلوة کما یقعد الرجل "

عورت نماز میں اس طرح بیٹھے گی جس طرح مرد بیٹھتا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰ ح ۲۷۸۸، وسندہ صحیح) اس قول کے بارے میں کیا خیال ہے؟

بعض الناس (۳): "حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنی پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے" (حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۲ نمبر ۹ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰)

الجواب:

لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، قال البوصیری: **" هذا إسناد ضعيف ، ليث هو ابن أبي سليم ضعفه الجمهور "**(سنن ابن ماجہ:۲۰۸ مع زوائد البوصیری)

لیثِ مذکور پر جرح کے لیے دیکھئے تھذیب التھذیب وکتب اسماء الرجال اور سرفراز خان صفدر دیوبندی کی کتاب ''احسن الکلام'' (ج۲ص ۱۲۸ طبع بار دوم، عنوان تیسرا باب، آثار صحابہ وتابعین وغیرھم)

لیث بن ابی سلیم مدلس ہے۔(مجمع الزوائد للبیہقی ج ۱ص ۸۳ ، کتاب مشاہیر علماء الامصار لابن حبان ص ۱۴۶ ت: ۱۱۵۳)اور یہ روایت معنعن ہے لہذا ضعیف ومردود ہے۔

اس کے علاوہ بعض الناس نے کچھ غیر متعلق روایات لکھ کر ملا مرغینانی (صاحب الھدایہ) وغیرہ کے اقوال اہلحدیث کے خلاف پیش کیے ہیں۔(دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۳)

سبحان اللہ! کیا خیال ہے اگر اہلحدیث کے خلاف مونگ پھلی استاد، پیالی ملا، گبین استاد، کابل ملا وغیرہ کے اقوال و افعال پیش کیے جائیں تو کیسا رہے گا؟!

مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے جو روایات اس سلسلے میں لکھی ہیں ان پر تبصرہ اس مضمون میں آ گیا ہے۔اس نام نہاد مفتی نے صرف ایک اضافہ کیا ہے۔

صادق آبادی: ''اور امام حسن بصری کا بھی عورت کی نماز کے متعلق یہی فتویٰ ہے''

(خواتین کا اسلام/روزنامہ اسلام، ۱۸۔اکتوبر ۲۰۰۳ء ص۴ بحوالہ ابن ابی شیبہ)

الجواب: یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ''ابن المبارک عن ہشام عن الحسن'' کی سند سے مروی ہے۔ (۱/۲۷۰ ح ۲۷۸۱)

ہشام بن حسان مدلس راوی ہیں (طبقات المدلسین، المرتبۃ الثالثۃ ۳/۱۱۰)اور یہ روایت معنعن ہے۔لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

آلِ تقلید کا ایک بہت بڑا جھوٹ

امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب کے ممدوحین نے مردوں اور عورتوں کے طریقۂ نماز میں فرق ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ:

''قال أبو بكر بن أبى شيبة سمعت عطاء سئل عن المرأة كيف ترفع يديها فى الصلوة قال: حذو ثدييها ...

ترجمہ: امام بخاری کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا وہ نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک ۔۔۔(المصنف لابی بکر بن ابی شیبہ

ج۱ص ۲۳۹)"

(مجموعہ رسائل اوکاڑوی، ج ۲ص ۹۶ طبع اول جون ۱۹۹۳ء وتجلیات صفدر مطبوعات مکتبہ امدادیہ ملتان ج ۵ص ۱۱۰)

الجواب: مصنف ابن ابی شیبہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

"حدثنا هشيم قال: أنا شيخ لنا قال : سمعت عطاء سئل عن المرأة كيف ترفع يديها في الصلوة قال حذو ثدييها" (ج۱ص ۲۳۹ ح ۲۴۷۱)

معلوم ہوا کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور عطاء (متوفی ۱۱۴ھ) کے درمیان دو واسطے ہیں جن میں سے ایک واسطہ "شیخ لنا" مجہول ہے جسے ایک خاص مقصد کے لیے اوکاڑوی صاحب کے ممدوحین نے گرادیا ہے تا کہ سند کا ضعیف ہونا واضح نہ ہو جائے۔

محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب وغیرہ کے مصدقہ فتویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ:

"اور ایک تابعی کا عمل اگر چہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا"

(مجموعہ رسائل ۹۹/۲ وتجلیات صفدر ۱۱۳/۵)

اس فتویٰ کے ذمہ دار درج ذیل حضرات ہیں:

(۱) امین اوکاڑوی (۲) محمد تقی عثمانی (۳) محمد بدر عالم صدیقی (۴) محمد رفیع عثمانی وغیرہم

عرض ہے کہ آپ لوگ تابعین کے اقوال کیوں پیش کر رہے ہیں؟

اہل حدیث کے دلائل پر اعتراضات

اہل حدیث کے نزدیک سینے پر ہاتھ باندھنے، رکوع، سجود اور نماز میں بیٹھنے وغیرہ میں مردوں اور عورتوں کا طریقۂ نماز ایک جیسا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" صلوا كما رأيتموني أصلي" نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ (البخاری:۶۳۱)

اس حدیث کے مفہوم پر آلِ تقلید نے بہت اعتراضات کیے ہیں، لیکن دیوبندی مفتی صاحبان کے مصدقہ فتوے میں لکھا ہوا ہے کہ:

"اس روایت میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی عمومیت میں مرد وعورت سمیت پوری امت شریک ہے اور پوری امت پر لازم ہے کہ جو طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ہے وہی طریقہ پوری امت کا ہو لیکن یہ واضح ہو کہ اس عمومیت پر عمل اس وقت تک ہی ضروری ہے جب تک کوئی شرعی دلیل اس کے معارض نہ ہو۔۔۔" (مجموعہ رسائل ج ۲ص ۱۰۱ وتجلیات صفدر ج ۵ص ۱۱۴، ۱۱۱۵)

عرض ہے کہ گذشتہ صفحات میں آپ نے بالتفصیل پڑھ لیا ہے کہ عورت کے علیحدہ طریقۂ نماز کی تخصیص پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

مشہور صحابیٔ رسول ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الدرداء (هجيمة تابعية رحمها الله) کے بارے میں ان کے شاگرد

(امام) مکحول الشامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: " **أن أم الدرداء كانت تجلس في الصلوة كجلسة الرجل** "
بے شک ام الدرداء (رحمہا اللہ) نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰ ح ۲۷۸۵ وعمدۃ القاری ۶/۱۰۱ وسندہ قوی، التاریخ الصغیر للبخاری ۱/۲۲۳ تاریخ دمشق لابن عساکر ۷۴/۱۱۷ وتغلیق التعلیق ۲/۳۲۹)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " **و كانت أم الدرداء تجلس في صلاتها جلسة الرجل و كانت فقيهة** "
اور ام الدرداء (رحمہا اللہ) اپنی نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ (یعنی فقیہ) تھیں (صحیح البخاری قبل ح: ۸۲۷)

کیا خیال ہے سیدنا ابوالدرداء کی فقیہہ بیوی ام الدرداء رحمہا اللہ نے نماز کا طریقہ کس سے سیکھا تھا؟

ام الدرداء تابعیہ کے اس عمل کی تائید ابراہیم نخعی (تابعی صغیر) کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: " **تقعد المرأة في الصلوة كما يقعد الرجل** " عورت نماز میں اس طرح بیٹھے جیسے مرد بیٹھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰ ح ۲۷۸۸ وسندہ صحیح)

امام ابوحنیفہ کے استاد حماد (بن ابی سلیمان) فرماتے ہیں کہ: " **تقعد كيف شاءت** " عورت کی جیسے مرضی ہو (نماز میں) بیٹھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۱ ح ۲۷۹۰ وسندہ صحیح)

عطاء بن ابی رباح (تابعی) کا قول اس مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے کہ "عورت کی ہیئت مرد کی طرح نہیں ہے اگر وہ (عورت) اسے ترک کردے تو کوئی حرج نہیں ہے" (دیکھئے جواب روایت نمبر ۲، ص ۳)

معلوم ہوا کہ آلِ تقلید حضرات مرد و عورت کے طریقہ نماز میں جس اختلاف کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں وہ بہ اجماعِ تابعین باطل ہے۔

تنبیہ: اس مضمون میں آلِ تقلید کے تمام دریافت شدہ شبہات کا جواب آگیا ہے والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق: مرد و عورت کی نماز میں یہ فرق کرنا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینے پر، مرد سجدوں میں کہنیاں زمین سے اٹھائے اور عورت اپنی کہنیاں زمین سے ملالے وغیرہ فروق قرآن و حدیث و اجماع سے قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ قرآن و حدیث سے جو فرق ثابت ہے اسے اہلِ حدیث علماء و عوام سر آنکھوں پر رکھتے ہیں مثلاً: عورت کے لیے دوپٹے کا ضروری ہونا، بھولنے والے امام کو تسبیح کے بجائے ہاتھ پر ہاتھ مار کر تنبیہ کرنا وغیرہ،

فائدہ: الشیخ الفقیہ محمد بن الصالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" **فالقول الراجح: أن المرأة تصنع كما يصنع الرجل في كل شيءٍ، فترفع يديها وتجافي وتمد الظهر في حال الركوع وترفع بطنها عن الفخذين والفخذين عن الساقين في حال السجود** "

پس راجح قول (یہ) ہے کہ: عورت بھی (نماز کی) ہر چیز میں اسی طرح کرے گی جس طرح مرد کرتا ہے۔ وہ رفع یدین کرے گی (ہاتھوں کو پہلوؤں سے) دور رکھے گی، رکوع میں اپنی پیٹھ سیدھی کرے گی، حالتِ سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے دور اور رانوں کو پنڈلیوں سے ہٹا کر رکھے گی (الشرح الممتع علی زاد المستقنع ج ۳ ص ۲۱۹ طبع دار ابن الجوزی)

وما علينا إلا البلاغ (۱۱/صفر ۱۴۲۶ھ)

ابوالبدر ارشادالحق اثری

امام مکحول دمشقی پر امام ابوحاتم رحمہ اللہ کی جرح ثابت نہیں

امام مکحول دمشقی دمشق کے کبار فقہاء ومحدثین میں شمار ہوتے ہیں۔[1] امام ابوحاتم فرماتے ہیں " **ما أعلم بالشام أفقه من مكحول** "، مجھے معلوم نہیں کہ شام میں مکحول سے زیادہ بھی کوئی فقیہ ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں: علماء چار ہیں ان میں ایک مکحول ہیں۔ بلکہ سعید بن عبدالعزیز نے تو فرمایا ہے کہ وہ امام زہری رحمہ اللہ سے بھی زیادہ فقیہ تھے۔ ابن یونس (مصری) فرماتے ہیں۔ " **اتفقوا علی توثیقه** " کہ اس کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ امام العجلی، ابن خراش نے انہیں ثقہ وصدوق کہا ہے۔ حافظ ذہبی نے انہیں **عالم أهل الشام الفقيه الحافظ** کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس حوالے سے مزید تفصیل، تہذیب التہذیب (ج ۱۰ ص ۲۹۲، ۲۹۳)، السیر (ج ۵ ص ۱۵۹) تذکرۃ الحفاظ (ج ا ص ۱۰۸)، البدایہ (ج ۹ ص ۳۰۵)، تہذیب الاسماء (ج ۲ ص ۱۱۴)، وغیرہ کتب جرح وتعدیل میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کی اس توثیق کے برعکس علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے قانون الموضوعات ص ۲۹۸ میں امام ابوحاتم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام مکحول کے بارے میں کہا ہے کہ وہ "لیس بالمتین" ہیں۔ حالانکہ یہ قول نہ امام ابوحاتم کے فرزند ارجمند کی کتاب الجرح والتعدیل میں اور نہ ہی جرح وتعدیل کی متداول کتابوں میں اس کا کہیں ذکر ہے۔

نقل جرح میں علامہ پٹنی کا وہم:

علامہ طاہر پٹنی نے یہ قول دراصل علامہ سیوطی کی اللالی المصنوعہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ علامہ سیوطی کے حوالے سے یہ نقل سراسر وہم پر مبنی ہے۔ علامہ سیوطی نے تو مکحول کی توثیق کی ہے اور یہ جرح امام مکحول کے بارے میں نہیں بلکہ برد بن سنان کے بارے میں نقل ہے۔ چنانچہ موصوف " **من ولد له مولود فسماه محمداً تبركاً به** " **الحديث بواسطة حماد بن سلمة عن برد بن سنان عن مكحول عن أبي أمامة** نقل

---

[1] امام مکحول دمشقی رحمہ اللہ کی توثیق کے بارے میں تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب "توضیح الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام" (ج ا ص ۳۳۰-۳۳۴) یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مکحول کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے دیکھئے میری کتاب "الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین" (۳/۱۰۸) وتوضیح الکلام (ج ا ص ۳۳۴-۳۳۸) مکحول کو حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی کے علاوہ کسی نے مدلس قرار نہیں دیا۔ بعد والے بعض لوگوں نے انہی کی اتباع کی ہے۔ حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی ارسال کو بھی تدلیس قرار دیتے ہیں دیکھئے کتاب الثقات لابن حبان (۶/۹۸) والموقظۃ للذہبی (ص ۴۷) / زبیر علی زئی

کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

" مکحول من علماء التابعين وفقهائهم وثقه غير واحد واحتج به مسلم في صحيحه وبرد روى له البخاري في الأدب المفرد والأربعة ووثقه ابن معين والنسائي وضعفه ابن المديني وقال أبو حاتم: ليس با لمتين ، وقال مرة: كان صدوقاً قدرياً وقال أبو زرعة: لابأس به " (اللآلی ج ۱ص ۱۰۶)

یعنی مکحول کا شمار علمائے تابعین اور ان کے فقہاء میں ہوتا ہے۔ بہت سے حضرات نے اسے ثقہ کہا ہے[1] اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ اور برد (بن سنان) سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور اصحاب السنن الاربعہ نے روایت لی ہے۔ امام ابن معین، امام نسائی نے اسے ثقہ کہا ہے اور امام علی بن مدینی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور امام ابوحاتم نے کہا ہے کہ وہ " **ليس بالمتين** " ہے اور ایک بار اسے **صدوق قدري** کہا ہے اور امام ابوزرعہ نے لابأس بہ کہا ہے۔

یہ ہے علامہ سیوطی کا کلام جس کے اختصار میں یا تصرف نظر کے نتیجہ میں علامہ فتنی (پٹنی) سے وہم ہوا کہ " **ليس بالمتين** " کی نسبت امام مکحول کے بارے میں کر دی، حالانکہ یہ جرح برد بن سنان کے بارے میں ہے، اور امام ابوحاتم کی برد بن سنان کے بارے میں یہ جرح التھذیب (ج ۱ص ۴۲۹) اور المیزان (ج ۱ص ۳۰۳) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت لی ہے۔

علامہ سیوطی نے یہی روایت النکت البدیعات (ص ۳۱۱، ۳۱۲) میں نقل کی اور مکحول، برد بن سنان کا ذکر کرتے ہوئے اس کے راویوں کو ثقہ اور اللآلی میں اس کی سند کو حسن کہا۔ اور علامہ شوکانی نے بھی ان کی اتباع میں اسنادہ حسن کہہ دیا۔ (الفوائد ص ۱۷۴) بلکہ علامہ فتنی نے بھی علامہ سیوطی کے حوالے سے ہی **رجالہ کلهم ثقات** لکھا۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۹) حالانکہ اس روایت کا مدار حامد بن حماد العسکری پر ہے۔ علامہ ذہبی نے اس (روایت) کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل تنزیہ الشریعہ (ج ۱ص ۱۹۱) اور السلسلۃ الضعیفۃ (رقم ۱۷۱) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

---

(۱) جمہور علماء نے مکحول کو ثقہ قرار دیا ہے دیکھئے میری کتاب "الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ" (ص ۳۸۔۴۰) محدثین کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اسے ثقہ ہی قرار دیا ہے۔ شمس الدین السرخسی (حنفی) نے کہا: " **فمكحول فقيه ثقة** " پس مکحول فقیہ ثقہ ہے (المبسوط ج ۱۴ص ۵۶) یہی عبارت ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے بغیر کسی رد کے نقل کی ہے بلکہ اس سے استدلال کیا ہے (اعلاء السنن ۱۴/ ۳۴۵ ح ۴۴۷۴) مکحول کی سند والی ایک روایت کو نیموی حنفی نے " **وإسناده صحيح** " کہا ہے (آثار السنن ح ۲۳۸) / ز ع

علامہ البانی کا وہم:

مگر یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ البانی (۱) سے بھی الضعیفۃ میں علامہ سیوطی کا کلام نقل کرتے ہوئے وہم ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے برد بن سنان کے بارے میں جو الفاظ اللآلی المصنوعہ میں نقل کئے ہیں۔اس کا انتساب بھی مکحول ہی کی طرف کر دیا۔

علامہ سیوطی کے الفاظ تو آپ پڑھ آئے ہیں۔علامہ البانی اسے یوں ذکر کرتے ہیں۔

" مکحول من علماء التابعين وفقهائهم وثقه غير واحد، واحتج به مسلم في صحيحه ، وروى له البخاري في الأدب المفرد والأربعة، وثقه ابن معين والنسائي وضعفه ابن المديني وقال أبو حاتم: ليس بالمتين وقال مرة: كان صدوقا وقال أبو زرعة: لا بأس به والله أعلم " (الضعیفہ رقم ۱۷۱)

غور فرمایا آپ نے کہ علامہ سیوطی کی عبارت میں جو " **وبرد روى له البخارى** " تھا اس میں سے ''برد'' کا نام ساقط ہو گیا اور یوں یہ سارا کلام امام مکحول سے متعلق ہو گیا۔اور یہی کچھ " **معجم أسامي الرواة الذين ترجم لهم العلامة محمد ناصر الدين الألباني جرحاً و تعديلاً** " (ج ۴ ص ۱۸۵) میں ان کے عقیدت مندوں نے بلا تأمل نقل کر دیا۔ **سبحان الله من لا يسهو ولا ينسى .**

اس وضاحت سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابو حاتم نے قطعاً امام مکحول کو " **ليس بالمتين** " نہیں کہا۔ بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ شام میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں۔دیوبندی مکتب فکر کے وکیل (جناب) سرفراز خان صفدر صاحب نے احسن الکلام میں ''لیس بالمتین'' کی جرح کا سہارا لے کر جو بتکرار امام مکحول پر کلام کیا ہے۔حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔وہ اگر اس حقیقت سے آگاہ ہوتے تو شاید اسے نقل نہ کرتے اور اس حوالے سے انہیں مورد الزام نہ ٹھہراتے۔

---

(۱) شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر میری کتاب ''انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل'' میں ہے (ص ۲۰۰) انہیں ہمارے تمام استادوں نے ثقہ قرار دیا ہے۔شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ نے فرمایا: " **ثقة محدث ، رجل طيب ...عنده علم كثير في تصحيح الحديث و تضعيفه وله أوهام و أخطاء** " یعنی وہ ثقہ محدث اور اچھے انسان ہیں ...ان کے پاس حدیث کی تصحیح وتضعیف میں بہت علم ہے اور ان کے اوہام واخطاء (بھی) ہیں۔

امام محدث فقیہ ابو السلام محمد صدیق بن عبد العزیز سرگودھوی رحمہ اللہ نے فرمایا: " **نعتمد على كتبه ، إلا له بعض المسائل ، لا نعتمد عليها التي تفرد بها** " ہم ان کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں مگر ان کے بعض مسائل ایسے ہیں جن میں وہ منفرد ہیں، ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے۔(انوار السبیل ص ۲۰۰ حرف النون) / ز ع

تالیف: عمرو عبدالمنعم سلیم
ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

عبادات میں سنت اور بدعت

بیت الخلاء جانا اور قضائے حاجت

قضائے حاجت کی بدعات اور ان کا سنت سے رد:

طہارت کے بارے میں، ابلیس نے عوام اور جاہلوں کو عجیب وغریب طور پر بدحواس کررکھا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اس کا گمان (کہ لوگوں کی اکثریت، صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر، شیطان کی پیروی کرے گی) سچا ثابت ہوا۔ ابلیس لعین نے ان لوگوں کے لئے (جو اس کے پیچھے سرپٹ دوڑ رہے ہیں) طرح طرح کی بدعات کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ لوگ اس کے جگری یار اور اندھا دھند فرماں بردار بن چکے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) اور وہ قیامت کے دن ان سے برأت کا اعلان کردے گا۔ جیسا کہ اللہ کریم نے قرآن مجید میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ:

"وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ط وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ ط مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ط اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ط اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO"

اور (قیامت کے دن) جب تمام فیصلے کردیئے جائیں گے، شیطان کہے گا کہ: اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے تمہارے ساتھ جو وعدہ کیا تو اسے پورا نہ کیا۔ میری، تمہارے اوپر کوئی حکومت نہ تھی سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (برائی کی) دعوت دی جسے تم نے قبول کرلیا۔ پس مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو (ہی) ملامت کرو۔ (آج) نہ میں تمہیں بچا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے بچا سکتے ہو۔ تم نے مجھے اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اللہ کا شریک، جو بنا لیا تھا اس کا میں انکار کرتا ہوں۔ بے شک، ظالموں کے لئے، دکھ دینے والا عذاب ہے۔ (ابراھیم:۲۲)

اب طہارت کی چند بدعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں ابلیس نے لوگوں کو مبتلا کررکھا ہے۔

ہوا نکلنے کے بعد شرمگاہ کا دھونا

مطلق طور پر، عوام میں مشہور یہ عجیب اور نرالی بدعت ہے جس کی شریعت مطہرہ میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ بلکہ اس عمل

کے وجوب، استحباب یا مباح ہونے پر نہ کوئی صحیح حدیث ہے اور نہ ضعیف!

جسے سنت راس نہ آئے اسے بدعت گھیر لیتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں (لے جانے والی) ہے۔ اللہ نے ہمارے اوپر وہی عبادت لازم کی ہے جس کی دلیل اس سے (یعنی کتاب وسنت میں) ثابت ہے۔

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ کہ (مجبوری میں بھی) کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ (یعنی حرام) ہے

یہ عقیدہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں آیا ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کسی مجبوری کی وجہ سے) ایک قبیلے کے، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر گئے تو وہاں کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ میں آپ کے لئے وضو کا پانی لایا۔ میں دور جانا چاہتا تھا مگر آپ نے مجھے بلایا حتی کہ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا، آپ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا [1]

اور (میرے خیال میں) لوگوں کو اس صحیح حدیث سے غلط فہمی ہوئی ہے جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ: **من حدثكم أن النبي صلى الله عليه وسلم كا ن يبول قائماً فلا تصدقوه ، ما كان يبول إلا قاعداً** [2]

تمہیں جو شخص یہ بتائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہمیشہ) کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو اسے سچا نہ سمجھو۔ آپ (عام طور پر) صرف بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد ہی ہے [3] انہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے جو معلوم تھا اسے بیان کر دیا۔ اور (صریح تعارض کی صورت میں) مثبت = نفی پر مقدم ہوتا ہے پس یہ ضروری ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو (جواز کی دلیل کے طور پر) لازم پکڑا جائے۔ کیونکہ اس کی بنیاد، دیکھنے پر ہے جس کا تعلق حسِ بصارت سے ہے۔ جبکہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق علم کے ساتھ ہے۔ (یہ ظاہر ہے کہ بعض اوقات) علم سے بعض چیزیں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب البول قائماً وقاعداً، ح ۲۲۴ صحیح مسلم، کتاب الطھارہ، باب المسح علی الخفین ح ۲۷۳ مسند احمد ۳۸۲/۵، ۴۰۱، المسند المنسوب إلی أبی حنیفہ ص ۲۳

[2] حسن، سنن الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی النھی عن البول قائماً ح ۱۲

[3] یہ اجتہاد نہیں ہے بلکہ ام المؤمنین کی رؤیت اور گواہی ہے۔ یاد رہے کہ ام المؤمنین کی حدیث اور حدیثِ حذیفہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔ صرف ایک دفعہ (کسی عذر کی وجہ سے) آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ لہذا بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی مسنون ہے تاہم کسی عذر و مجبوری کی وجہ سے پردہ اور ضروری شرائط کے ساتھ کھڑے ہوکر پیشاب کر لینا جائز ہے۔

چھپی رہ جاتی ہیں۔

ام المؤمنین کا یہ اجتہاد ان کی اس تحقیق جیسا ہے جس میں انہوں نے دنیا میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کو دیکھنے کی نفی کی ہے۔ جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا اثبات کیا ہے [1] اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں جن کے ذکر سے یہ بحث طول پکڑ سکتی ہے اسی لئے امام ترمذی نے اپنی کتاب السنن (۱۸/۱) میں کہا ہے کہ:

''کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے ممانعت کا تعلق آداب (واخلاق) سے ہے، حرمت سے نہیں''

میں کہتا ہوں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت والی مرفوع حدیث کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''**یا عمر لا تبل قائماً**'' اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کر واس کے بعد میں نے کبھی، کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا [2]

اس حدیث کا دارو مدار عبدالکریم بن ابی المخارق پر ہے جو کہ سخت ضعیف تھا۔ نسائی اور دارقطنی نے اسے متروک کہا۔ السعدی (الجوزجانی) اور نسائی نے ایک دوسرے مقام پر کہا: وہ ثقہ نہیں تھا۔ (اسماء الرجال کے ماہر) علماء اسے ضعیف اور کمزور قرار دیتے ہیں اور مستحب یہی ہے کہ آدمی بیٹھ کر پیشاب کرے۔ اس میں انسانی وقار بھی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔ انسان، پیشاب کے چھینٹوں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور اگر (کسی عذر و مجبوری کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کرلے تو جائز ہے لیکن اس پر یہ لازم ہے کہ پیشاب کے لئے نرم (پانی جذب کرنے والی) زمین تلاش کرے تا کہ اس پر پیشاب کے چھینٹے نہ پڑیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی، لوگوں سے حفاظت کرے۔ قضائے حاجت اور بیت الخلاء جانے کے آداب کا خیال رکھے۔

---

[1] ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جو شخص اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (دنیا کی زندگی میں) اپنے رب کو دیکھا ہے تو یہ بہت بڑا افتراء ہے۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین۔۔ ح ۳۲۳۴ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد رآہ نزلۃ اخری۔۔۔ ح ۱۷۷) جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل (کی آنکھوں) سے (دو دفعہ) دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب من قول اللہ عزوجل: ولقد رآہ نزلہ اخری۔۔ ح ۱۷۶)

یعنی خواب یا عالمِ مثال میں روحانی طور پر دیکھا ہے۔ حدیث عائشہ میں دنیاوی رؤیت کی نفی ہے اور حدیث ابن عباس میں روحانی رؤیت کا اثبات، لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

[2] ضعیف جداً، سنن ابن ماجہ، الطھارۃ وسننھا باب فی البول قاعداً (ح ۳۰۸) اس کی سند عبدالکریم بن ابی امیہ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ تاہم سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے کہ وہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے (مسند بزار بحوالہ کشف الاستار للھیثمی ج ۱ ص ۱۳۰ ح ۲۴۴ واسنادہ صحیح) مسند بزار (کشف ۲۶۶/۱ ح ۵۴۷) اور طبرانی (اوسط ۴۷۰/۶، ۴۷۱ ح ۵۹۹۵) کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو کر (بغیر کسی عذر کے) پیشاب کرنا بد اخلاقی اور ظلم ہے۔ (اس کی سند حسن ہے، مؤلفِ کتاب کا جرح کرنا صحیح نہیں ہے)

یہاں اس بات پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ لوگ، عام پیشاب گاہوں اور ایسی لیٹرینوں میں آمنے سامنے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں جو ایک دوسری کے سامنے اور ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں شرمگاہ کی بے پردگی اور دوسرے لوگوں کی نظر پڑنے کا (ہر وقت) خطرہ رہتا ہے۔ ایسی لیٹرینوں میں بعض اوقات پانی بھی نہیں ہوتا جس سے طہارت کرنا مشکل (اور ناممکن) ہو جاتا ہے۔

مختصراً عرض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (بحالتِ عذر و مجبوری) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے لہذا اسے (مطلقاً) مکروہ کہنا غلط ہے۔ ہاں اگر وہ حالتیں پائی جائیں جن کا ابھی تذکرہ ہوا ہے مثلاً شرمگاہ کی بے پردگی اور عدمِ طہارت تو پھر یہ مکروہ (یعنی حرام) ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے (کسی مجبوری کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے اس سے بھی مطلقاً حرمت والا قول ساقط ہو جاتا ہے اور فتویٰ جواز پر ہی رہتا ہے۔

امام مجتہد ابن المنذر النیسابوری نے کہا ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مثلاً عمر بن الخطاب، زید بن ثابت، ابن عمر اور سھل بن سعد (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔ اور یہی فعل علی، انس اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے۔ محمد بن سیرین اور عروہ بن زبیر (تابعین) نے (بھی) کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے'' (الاوسط ج ۱ ص ۳۳۳)

یہ عقیدہ کہ صرف مٹی کے ساتھ استنجا کرنا کافی نہیں ہے

بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ (عام) لوگ، پیشاب و رفع حاجت کی طہارت کے لئے صرف مٹی سے استنجا کرنا کافی نہیں سمجھتے ہیں۔ [1] حالانکہ یہ بات غلط ہے اور اس کے غلط ہونے پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (بھی) دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے کہا: ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو مجھے حکم دیا کہ میں مٹی کے تین ڈھیلے لاؤں۔ مجھے دو ڈھیلے ملے مگر تیسرا نہ مل سکا۔ لہذا میں نے ایک لید اٹھالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے ڈھیلے تو لے لئے اور لید کو پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: '' ھذا رکس '' یہ پلید ہے۔ [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا۔ آپ قضائے حاجت کے لئے جا رہے تھے۔ آپ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: میرے لئے ڈھیلے لاؤ

---

[1] ایسے ہی بعض لوگ (بالخصوص تبلیغی جماعت والے) صرف پانی سے استنجا کو بھی کافی نہیں جانتے یہ اپنے (Bath room) وغیرہ میں مٹی کے ڈھیلے رکھتے ہیں پہلے مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کرتے ہیں پھر پانی سے بطورِ دلیل سنن کی ایک ضعیف روایت پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اس فعل سے (مساجد کی) لیٹرینیں بند ہو جاتی ہیں۔ جو دوسروں کی پریشانی کا سبب ہے۔/ حافظ ندیم ظہیر

[2] صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب لایستنجی بروث ح ۱۵۶

جن سے میں استنجا کروں گا۔ یا اس مفہوم کی بات فرمائی، ہڈی اور لید نہ لانا۔

اپنے کپڑے کے ایک کنارے پر میں تین ڈھیلے لے آیا۔ انہیں آپ کے پاس رکھا اور (دور) چلا گیا۔ جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے ساتھ چلا [1] یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف ڈھیلوں کے ساتھ بھی استنجاء جائز ہے۔ ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی کا استعمال فرض نہیں ہے۔ تاہم پانی کا استعمال، ڈھیلوں سے بہتر ہے۔ (اگر ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کریں تو بھی بہتر ہے مگر یاد رکھیں کہ) صرف مٹی کے ڈھیلوں کے ساتھ، صحیح طریقے پر استنجاء کرنا بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم

(امام) ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام اور بعد کے اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ (صرف) ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے۔ اگر چہ (ان کے بعد) پانی کا استعمال نہ کرے بشرطیکہ پیشاب اور پاخانے کا اثر خوب زائل ہو جائے۔ یہی قول: سفیان ثوری، عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ کا ہے'' (جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۴)

(امام) ترمذی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''اگر چہ ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء (کرنا) جائز ہے تاہم ان (علماء) کے نزدیک پانی سے استنجاء مستحب اور افضل ہے'' (ایضاً ص ۳۱)

اس سلسلہ میں وسوسہ کے مریضوں کی اور بھی کئی بدعات ہیں مثلاً السلت، النتر، النحنحۃ، المشی، القفز، الحبل، التفقد، الوجور، الحشو، العصابۃ اور الدرجہ، السلت کا مطلب یہ ہے کہ آلۂ تناسل کو اس کی جڑ سے، اس کے سر کی طرف دبا کر کھینچا جائے تا کہ اس میں رکا ہوا پیشاب باہر نکل آئے۔ النتر اور النحنحۃ، شدید زور لگا کر پاخانہ نکالنے کو کہتے ہیں۔ المشی، پیشاب کے بعد (کافی دیر) چلنے کو کہتے ہیں تا کہ آلۂ تناسل سے پیشاب کے قطرے باہر نکل جائیں۔ القفز، زمین سے چھلانگ لگانے کا نام ہے تا کہ پیشاب کے قطرے ٹپک پڑیں۔ الحبل، رسی کو کہتے ہیں۔ وسوسہ کے مریض بعض اوقات رسی سے لٹک کر اپنے آپ کو زمین پر گراتے ہیں۔ التفقد، آلۂ تناسل میں سے، اس کا منہ کھول کر پیشاب نکالنے کا نام ہے۔ اگر ایسا کر کے اس میں اسی حالت میں ڈالا جائے تو یہ الوجور کہلاتا ہے۔ الحشو، کاٹن وغیرہ رکھنے اور العصابۃ کپڑے کی پٹی باندھنے کو کہتے ہیں۔ الدرجہ کا یہ مطلب ہے کہ آہستہ آہستہ سیڑھی پر چڑھا جائے پھر تیزی کے ساتھ اترا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب الاستنجاء بالحجارۃ ح ۱۵۵

یہ سب حالتیں، وسوسہ اور وہم کے مریضوں کی بدعات ہیں جن پر شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے [1]

سوائے ''السلت'' کے جس میں ایک منکر حدیث مروی ہے جسے عیسی بن یزداد نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إذا بال أحدکم فلینتر ذکرہ ثلاث مرات جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے ذکر کو تین دفعہ جھاڑے [2]

یہ (ضعیف) روایت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مخالف ہے۔

امام ابن القیم ''زاد المعاد'' میں کہتے ہیں:

وہم و وسوسہ والے حضرات، ذکر کا جھاڑنا، النحنحۃ، چھلانگ لگانا، رسی کو پکڑنا، سیڑھیاں چڑھنا، ذکر میں روئی رکھنا اور اندر پانی پہنچانا، وقتاً فوقتاً اسے خوب دیکھنا (کہ کہیں قطرہ نہ ہو) اور اس قسم کی دیگر جتنی بدعات پر گامزن ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (ج ا ص ۱۷۳)

میں (یعنی عمرو عبد المنعم) یہ کہتا ہوں کہ سلف صالحین سے، وسوسہ والے ان حضرات کے سراسر خلاف ثابت ہے۔ مثلاً:

ابراہیم النخعی رحمہ اللہ نے کہا:

جس انسان نے (استنجاء کے بعد) اپنے آلۂ تناسل کے اردگرد تری تلاش کرنے کی کوشش کی تو وہ ایسی چیز دیکھ لے گا جو اسے بری محسوس ہوگی۔ [3]

یہ ابلیس ہے جو اپنے دوستوں کو ایسی چالیں سکھاتا ہے جو انہیں، دینِ قیم، صراطِ مستقیم اور سنتِ نبوی سے (دور) ہٹا کر فتنے میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے دوست کے آلۂ تناسل کو چھوتا ہے یا اسے بھگونے کی کوشش کرتا ہے جس سے ابلیس کا دوست یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا وضوء ٹوٹ چکا ہے!

ایک آدمی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ: میں جب نماز میں ہوتا ہوں تو مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میرے ذکر پر پیشاب کی تری ہے۔

عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ غارت کرے شیطان کو، شیطان، نماز میں انسان کے ذکر کو اس

---

[1] میں نے کئی دیوبندی تبلیغی جماعت والوں اور دوسرے لوگوں کو، کھلے راستوں پر، لوگوں کے سامنے، پیشاب کے بعد عجیب وغریب حرکتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ اپنے خیال میں پیشاب کے قطرے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ سب حرکتیں، وسوسہ کے مریضوں کی خاص علامت ہیں۔

[2] ضعیف، سنن ابن ماجہ، الطہارۃ وسننھا، باب الاستبراء بعد البول ح ۳۲۶، اس کا راوی زمعہ ضعیف ہے اور عیسی بن یزداد مجہول الحال ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری، امام ابوحاتم الرازی (وغیرہما) نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔

[3] مصنف ابن ابی شیبہ (ج ا ص ۱۷۸ و فی نسخۃ ص ۱۹۶ حدیث نمبر ۲۰۵۱) اس کی سند صحیح ہے۔

لئے چھوتا ہے تاکہ وہ خیال کرنے لگے کہ اس کا وضوء ٹوٹ چکا ہے۔ پس اگر تو وضوء کرے تو اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لیا کر۔ اگر تجھے تری کا خیال آئے گا تو یہ سمجھ لے گا کہ یہ چھڑکا ہوا پانی ہے اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو وسوسہ کی بیماری ختم ہوگئی۔ [1]

اس طرح کی بات منصور بن المعتمر سے بھی ثابت ہے کہ شیطان، ذکر کو بھگونے کی کوشش کرتا ہے۔ [2]

اس کا علاج اور دوا اسی میں ہے کہ (وضوء کے بعد) شرمگاہ، ازار کے اندر اور باہر پانی چھڑک لے۔ پھر اسے تری کا اثر محسوس ہو تو یہ سمجھے کہ یہ میرے چھڑکے ہوئے پانی سے ہے۔

اسی طرح سلف صالحین کا عمل تھا اور اسی طریقے سے وہ اپنے آپ کو ان بدعات اور وسوسوں سے بچاتے تھے۔

نافع مولی ابن عمر (سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ جب وضوء کرتے تو اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکتے تھے۔ [3]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ جب وضوء سے فارغ ہوتے تو ہتھیلی میں پانی لے کر اپنے ازار پر ڈال لیتے۔ [4]

داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب القرظی سے پوچھا کہ میں وضوء کرتا ہوں اور (وضوء کے بعد) تری محسوس کرتا ہوں تو انہوں نے کہا:

جب تو وضوء کرے تو اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لیا کر، پھر اگر تجھے ایسا محسوس ہو تو یہ سمجھ کہ یہ میرے چھڑکے ہوئے پانی میں سے ہے۔ کیونکہ شیطان تجھے (سکون سے نماز پڑھنے کے لیے) نہیں چھوڑے گا۔ حتی کہ وہ تجھے تکلیف میں مبتلا کر دے (اور مسجد سے نکال دے) [5]

اللہ کے بندو! اللہ کے لئے ان بدعات سے بچ جاؤ، ابلیس لعین، لوگوں کو ان میں سے نام نہاد "احتیاط" کے بہانے سے ہی مبتلا کرتا ہے۔ اگر شیطان کا دل و دماغ پر قبضہ ہو جائے تو انہیں خراب کر کے ہی چھوڑتا ہے۔ والعیاذ باللہ

---

[1] مصنف عبدالرزاق (ج ۱ ص ۱۵۱ ح ۵۸۳) اس کی سند سفیان ثوری اور اعمش کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[2] صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۱۹۶ ح ۲۰۵۲) اس کی سند صحیح ہے۔

[3] صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۱۶۷ ح ۱۷۷۵) اس کی سند صحیح ہے۔

[4] صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۱۷۸۰) اس کی سند صحیح ہے۔

[5] صحیح، مصنف عبدالرزاق (ج ۱ ص ۱۵۲ ح ۵۸۵) اس کی سند صحیح ہے۔

سفر نامہ -- حافظ زبیر علی زئی

شیخ محمد بن عبداللہ الإمام

دس بجے کے قریب ہم الإمام کی لائبریری میں ان کی کتابیں دیکھ رہے تھے۔ بہت بڑی لائبریری ہے اتنی طویل و عریض، شخصی لائبریری میں نے نہیں دیکھی۔

یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شیخ محمد بن الإمام دعوتی دورے سے واپس آ چکے ہیں۔ شیخ مطری سے بھی صبح کے وقت ملاقات ہو چکی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ مکتبے میں موجود تھے۔

لائبریری کے ساتھ ایک منسلکہ کمرہ تھا جس میں شیخ محمد الإمام بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب کے ایک شاگرد آئے اور ہمیں شیخ صاحب کے پاس لے گئے۔

محمد الإمام چالیس سال کے لگ بھگ ہیں۔ ان کی کمر سے ایک بڑا خنجر بندھا ہوا تھا۔ انہوں نے پرتپاک طریقے سے ہمارا استقبال کیا۔ تعارف کے بعد ابوہشام نے انہیں کچھ عطور وغیرہ کے تحفے دیے۔ انہوں نے ہمیں زمزم کا پانی پلوایا اور اپنی چند کتابیں تحفہ دیں۔

۱: التنبیه الحسن فی موقف المسلم من الفتن

۲: تحذیر أهل الإیمان من تعاطی القات والشمة والدخان

۳: الأخطاء المتعدده فی حج المرأة المتبرجة

ان کے علاوہ شیخ محمد الامام کی دو کتابیں محمود بازلی نے تحفہ دیں:

۴: تحذیر المسلمین من الغلو فی قبور الصالحین

۵: تنویر الأبصار بما فی الرمایة من المنافع والاضرار

ان سب کتابوں کے مصنف ابونصر محمد بن عبداللہ الإمام ہیں۔

محمد بن الإمام سے ملاقات کے بعد ہم واپس مکتبے میں آئے اور بعد میں ظہر کی نماز مدرسے والی مسجد میں پڑھی۔ نماز کے بعد شیخ صاحب نے تفسیر اور حدیث کا درس دیا۔ سوال و جواب بھی ہوئے۔ اس کے بعد بعض طالب علموں سے سابقہ

درس حدیث کی سند اور متن کے بارے میں پوچھا۔ طالب علموں نے اچھے طریقے سے سند و متن سنا دیا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔ شاگرد اگر سبق اچھے طریقے سے یاد رکھے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کا استاد محنت اور شوق سے پڑھاتا ہے اور شاگرد بھی اِدھر اُدھر کی سرگرمیوں میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اپنے آپ کو سبق تک ہی محدود رکھتا ہے۔ نالائق لڑکے فضول کاموں اور سیاسی وحزبی سرگرمیوں میں اندھا دھند لگے رہتے ہیں، اسباق یاد کرنے کے لئے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ مگر اساتذہ، نظامِ مدرسہ اور کھانے پینے کے بارے میں ان کی تنقیدی زبانیں بہت تیز چلتی رہتی ہیں۔ ایسے طالب علموں کے لئے سوائے ناکامی کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ درس ختم ہونے کے بعد ہم محمود صاحب کے گھر آئے۔

ظہر کے بعد محمود بازلی نے انتہائی پر تکلف کھانا تیار کر رکھا تھا۔ جس میں شیخ محمد الإمام، شیخ توفیق البعدانی اور بہت سے لوگ مدعو تھے۔ شیخ صاحب کا باڈی گارڈ (BodyGuard) کلاشنکوف لئے چاق چوبند کھڑا تھا۔

کھانے کے بعد شیخ محمد الامام فوراً چلے گئے وہ وقت کے بہت پابند ہیں۔ وقت کی پابندی انسان کے سچا اور صاحبِ اصول ہونے کی دلیل ہے۔ بہت سے لوگ وقت کی پابندی نہیں کرتے مثلاً بعض ''نمازی'' ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز شام کے وقت پڑھتے ہیں۔ بعض علماء، قراء اور واعظین حضرات بغیر عذرِ شرعی کے ان مجالس وجلسہ گاہوں میں نہیں پہنچتے جن میں حاضری کے بارے میں وہ پکا وعدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ امکان غالب یہی ہے کہ وعدہ خلافی کے وقت وہ ''وإذا وعدأخلف'' (اور جب منافق وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے) والی صحیح حدیث بھول جاتے ہیں۔

عصر کے بعد بھی شیخ صاحب نے حدیث کا درس دیا۔ مسجد طالب علموں سے بھری ہوئی تھی۔ اس مجلس میں بھی طالب علموں نے زبانی حدیثیں سنائیں۔ شیخ محمد الامام نے اسانیدِ حدیث کے راویوں کے حالات بیان کئے۔ وہ خوب محنت کر کے پڑھاتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ ان کا مدرسہ طالب علموں سے بھرا رہتا ہے۔ یمن میں چاروں طرف ان کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں، شیخ مقبل رحمہ اللہ کے بعد تدریسی میدان میں ان کے شاگرد محمد الامام کا بڑا مقام ہے۔

اب ہم شمالی یمن کے شہر صعدہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں شیخ مقبل بن ھادی رحمہ اللہ کے پاس ہزاروں طالب علم پڑھتے تھے۔

آج کل ان کی مسند تدریس پر شیخ یحییٰ الحجوری بیٹھے ہیں۔ شیخ یحییٰ سے میرا فون پر رابطہ رہا ہے۔

شمال میں ہی شیعوں کا زیدی فرقہ بھی آباد ہے۔ چند مہینے پہلے ان زیدیوں کے شیخ سید حسین الحوثی نے حکومت یمن کی بغاوت کی تھی۔ جس میں کافی قتل وقتال ہوا۔ حکومت نے کئی مہینوں کی محنت کے بعد اس بغاوت پر قابو پایا اور حسین الحوثی (زیدی شیعہ) مارا گیا۔

یہ رات ہم نے دوبارہ محمو بازلی کے گھر میں گزاری، صبح جب شیخ مطری آئے تو معلوم ہوا کہ ابوہشام کا جو موبائل ان کے

پاس تھا وہ چوری ہوگیا ہے۔ابو ہشام کی انٹرنیشنل چپ (الشریعہ) میرے پاس تھی لہذا وہ بچ گئی۔

صبح سویرے ہم معبر سے صنعاء کی طرف روانہ ہوئے۔صنعاء پہنچ کر ناشتہ کیا۔شیخ مطری بھی ہمارے ساتھ تھے۔یمنی انداز میں بھنی ہوئی کلیجی کا یہ بہترین ناشتہ تھا اس قسم کی غذائیں ابو ہشام کو انتہائی پسند ہیں۔ناشتے سے فارغ ہو کر شمال کی طرف صَعدہ شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔راستے میں عَمران کا شہر آتا ہے۔سلطان سے دوبارہ ملاقات ہوئی،ابو ہشام کے بہت سے رشتہ دار دوبارہ جمع ہوگئے تھے۔وہ اصرار کر کے ہمیں روکنا چاہتے تھے مگر ہم نے معذرت کرلی۔ہم جلدی صَعدہ پہنچنا چاہتے تھے لہذا ان سے فارغ ہو کر ہم صعدہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

دور دور تک آبادیوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ایک جگہ راستہ بھول کر ہم دور نکل گئے۔اصحاب کہف کے علاقے کے قریب سے گزرتے ہوئے پوچھتے پوچھتے صَعدہ کی سڑک پر واپس آئے۔

ابو ہشام بہت تیزی سے گاڑی چلا رہے تھے۔ہمارا یہ پروگرام تھا کہ شیخ یحیی الحجوری سے ملاقات کر کے ایک گھنٹے کے اندر اندر واپس لوٹیں گے۔ان شاءاللہ

راستے میں بعض چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی آئے۔ایک جگہ ہم بشری ضروریات کے لئے رکے،یہاں اہلِ سنت (یعنی اہلِ حدیث) کی ایک مسجد تھی وہاں کے لوگ شیخ مطری کو پہچانتے تھے اور زیدی شیعوں کے سخت مخالف تھے،ان میں سے ایک نے تو میرے سامنے زیدیوں کی تکفیر کردی۔استنجاء وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم دوبارہ روانہ ہوگئے۔ظہر سے کافی دیر بعد ہم صعدہ کے قریب پہنچ گئے۔ایک پٹرول پمپ سے گاڑی میں پٹرول ڈلوایا،یمن میں سعودیہ کی بہ نسبت پٹرول سستا ہے۔

چیک پوسٹ پر

صعدہ شہر کی چیک پوسٹ پر فوجی (عسکری) نے ہمیں روکا اور پاسپورٹ طلب کئے۔ابو ہشام نے اپنا،اپنے بیٹے کا، میرا اور ابوعقیل کا،چاروں پاسپورٹ اس کے حوالے کئے۔شیخ مطری کا یمنی اقامہ اور پاسپورٹ ان کے گھر رہ گیا تھا۔ لہذا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔یہ فوجی اپنے افسر کے پاس چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فوجی واپس آیا تو (اس نے عربی میں) کہا:

''آپ میرے ساتھ مکتب الجوازات (Passport Office) چلیں۔چار پانچ منٹ کی تحقیق کے بعد آپ چلے جائیں گے''

چونکہ ہمارے کاغذات مکمل تھے اور پاسپورٹوں پر ویزہ اور انٹری لگی ہوئی تھی (سعودیوں کے لیے یمن کا ویزہ ضروری نہیں ہے۔بس انٹری سے کام چلتا ہے) لہذا ہم مطمئن تھے۔وہ ایک ایسی چار دیواری نما عمارت میں ہمیں لے گیا جس کا دروازہ بند تھا اور باہر فوجی کھڑا تھا۔اس چار دیواری کے اندر ایک عمارت کے پاس ہمیں پہنچایا گیا۔چونکہ عصر ہو

چکی تھی اور ہم نے ابھی تک ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی لہذا ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ زمین پر ہم نے اپنا سفری کمبل بچھا لیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہم نے ابھی تک دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا، بھوک شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

فوجی ہمیں اندر ایک جگہ لے گئے جہاں بہت اونچی عمارت تھی اور دیواروں پر لوہے کی کانٹا نما تاریں لگی ہوئی تھیں۔

فوجیوں نے کہا کہ: ''آپ پانچوں اب جیل میں ہیں''

ابو ہشام نے بہت شور مچایا کہ ہمارے کاغذات صحیح ہیں آپ لوگ کیوں ہمیں جیل میں بند کر رہے ہیں؟

اب ہم پانچوں بشمول ننھے بچے ہشام جیل میں بند ہو چکے تھے۔ ہمارے موبائل ہم سے چھین لئے گئے تھے۔ آزاد دنیا سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ہمارے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین میں سے کسی کو بھی ہماری اس حالت کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔ ایسے کنویں میں ہمیں پھینک دیا گیا تھا جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں سلاخوں کے پار دوسرے قیدیوں کے پاس پہنچا دیا گیا تھا مگر اس سے پہلے کیا ہوا؟ اس کی تفصیل بھی سن لیں۔

(جیل میں کیا ہوا؟ اس کی تفصیل اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمایئے ان شاء اللہ)

''عرش کا سایہ''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ کا (یعنی عرش کا) سایہ نصیب ہوگا۔

1- امام عادل (عدل وانصاف کرنے والا عادل مسلمان حکمران)
2- وہ جوان جس نے عبادتِ الٰہی میں پرورش پائی ہو۔
3- وہ شخص جس کا دل مسجد سے نکلتے وقت مسجد ہی میں دوبارہ لگا رہتا ہے جب تک کہ دوبارہ مسجد میں نہ پہنچے۔
4- وہ دو شخص جن میں اللہ کے لئے محبت ہو اسی پر مل کر بیٹھتے ہوں اور اسی محبت کو لئے ہوئے جدا ہوتے ہوں۔
5- وہ شخص جو صدقہ دے اور چھپائے حتیٰ کہ بائیاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنے ہاتھ نے کیا دیا ہے۔
6- وہ شخص جسے منصب اور جمال والی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔
7- وہ شخص جسے تنہائی میں اللہ یاد آئے اور اس کے آنسو جاری ہو جائیں۔

[بخاری ٦٦٠ و مسلم: ۱۰۳۱] (ماخوذ)

انتخاب: یہ حدیث حافظ زبیر علی زئی کے والد محترم جناب حاجی مجدد صاحب کا انتخاب ہے۔/ حافظ ندیم ظہیر

حافظ شیر محمد

خلفائے راشدین سے محبت

مشہور صحابی سیدنا ابوعبدالرحمٰن سفینہ رضی اللہ عنہ، مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خلافة النبوة ثلاثون سنة ، ثم یؤتی الله الملک أو ملکه من یشاء “ خلافتِ نبوت تیس سال رہے گی، پھر اللہ جسے چاہے گا اپنا ملک عطا فرمائے گا۔

[سنن ابی داوٗد، کتاب السنۃ باب فی الخلفاء ح ۴۶۴۶ وسندہ حسن]

اس حدیث کو ترمذی نے حسن [۲۲۲۶] ابن حبان [الإحسان: ۶۹۰۴/۶۹۴۳] اور احمد بن حنبل [السنۃ للخلال: ۶۳۶] نے صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھئے الحدیث: ۸ (ص ۱۱)

اس حدیث کے راوی سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد کو خلفائے راشدین کی تعداد گن کر سمجھائی۔

(۱) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو سال (۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس سال (۳) عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال (۴) اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ سال۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”خلافت کے بارے میں سفینہ کی (بیان کردہ) حدیث صحیح ہے اور میں خلفاء (راشدین کی تعداد) کے بارے میں اس حدیث کا قائل ہوں“ [جامع بیان العلم فضلہ ۲/۲۲۵، الحدیث: ۸ ص ۱۲]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

” صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم ، ثم أقبل علینا ، فوعظنا موعظةً بلیغةً ذرفت منها العیون ووجلت منها القلوب ، قال قائل : یا رسول الله !کان هذه موعظة مودع، فما ذا تعهد إلینا ؟ فقال : أوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة وإن عبد حبشي ، فإنه من یعش منکم بعدي فسیری اختلافاً کثیراً ، فعلیکم بسنتي وسنة الخلفاء المهدیین الراشدیین تمسکوابها وعضوا علیها بالنواجذ، وإیاکم ومحداث الأمور، فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة“

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف رخ کر کے انتہائی فصیح و بلیغ وعظ

فرمایا جس سے (ہمارے) دل دھل گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کسی نے کہا: یارسول اللہ! گویا یہ الوداع کہنے والے کا وعظ ہے، آپ ہمیں کیا (حکم) ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اگر حبشی بھی تمہارا امیر بن جائے تو (اس کا حکم) سننا اور اطاعت کرنا۔ کیونکہ میرے بعد جو شخص زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی سے، دانتوں کے ساتھ پکڑ لینا۔ اور محدثات سے بچنا کیونکہ (دین میں) ہر محدث بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷ واسنادہ صحیح]

اسے ترمذی (۲۶۷۶) ابن حبان (موارد: ۱۰۲) حاکم (المستدرک ۱/۹۵، ۹۶) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اس صحیح حدیث میں جن خلفائے راشدین کی سنت کو مضوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے سیدنا ابوبکر الصدیق، سیدنا عمر الفاروق، سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

ان میں سے پہلے دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور دوسرے دو داماد ہیں۔ پہلے دونوں خلفائے راشدین میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سابق الایمان اور افضل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ہیں۔ پھر شہید محراب کا نمبر ہے۔ دوسرے دونوں خلفاء راشدین میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں۔

ابوالحسن الاشعری (متوفی ۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

" وندین اللہ بأن الأئمة الأربعة خلفاء راشدون مهديون فضلاء لا يوازهم فى الفضل غيرهم "

اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ ائمہ اربعہ (ابوبکر و عمر و عثمان و علی) خلفائے راشدین مہدیین ہیں۔ یہ سب (دوسروں سے) افضل تھے، دوسرا کوئی (امتی) فضیلت میں ان کے برابر نہیں۔

[الابانۃ عن اصول الدیانہ ص ۶۰ فقرہ: ۲۹]

ابوجعفر الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) سے منسوب کتاب عقیدہ طحاویہ میں بھی انہی خلفاء کو خلفائے راشدین قرار دیا گیا ہے۔ دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ بتحقیق الشیخ الالبانی (ص ۵۳۳ - ۵۴۸)

ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ ان خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت رکھے۔

قارئین کرام!

محبت کے نام سے "الحدیث" میں جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے اسے ان شاء اللہ آخر میں "محبت ہی محبت" کے نام سے شائع کیا جائے گا۔ الحدیث کے آئندہ شماروں میں بالترتیب سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ،

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کے مضامین لکھے جائیں گے تاکہ اہلِ ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو۔ ان شاء اللہ العزیز،

تنبیہ: صحیح مسلم کے بعض نسخوں میں "عن أبي ريحانة عن سفينة" کی سند سے بیان کردہ ایک حدیث کے بعد لکھا ہوا ہے کہ:" قال: وقد كان كبر وما كنت أثق بحديثه" اس نے کہا: اور وہ بوڑھا ہو گیا تھا اور میں اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کرتا تھا (درسی نسخہ ج۱ ص۱۴۹ ح ۳۲۶ ومع شرح النووی ج۴ ص۹ و فتح الملہم ج۳ ص۱۶۴)

اس قول میں بوڑھے سے کون مراد ہے؟ اس کی تشریح میں امام نووی وغیرہ فرماتے ہیں کہ:"هو سفينة" وہ سفینہ ہے۔ [شرح صحیح مسلم للنووی ۹/۴]

جبکہ حافظ ابن حجر کے طرزِ عمل اور ابن خلفون کے قول سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ "هو ابو ريحانة" وہ ابو ریحانہ (عبداللہ بن مطر) ہے۔ دیکھئے تھذیب التھذیب (ج۶ ص۳۴، ۳۵) اور یہی بات راجح ہے، یعنی اسماعیل بن ابراہیم (عرف ابن علیہ) کے نزدیک ابو ریحانہ عبداللہ بن مطر بوڑھا ہو گیا تھا اور وہ (ابن علیہ) اس (ابو ریحانہ) پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

یاد رہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک ابو ریحانہ موثق ہے لہذا وہ حسن الحدیث ہے۔ والحمدللہ

وما علينا إلا البلاغ

اعلان

مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں **شیخ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ** کا بڑا مقام ہے۔ شیخ صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی کتابوں میں سے اکہتر (۷۱) صفحات کی ایک چھوٹی سی انتہائی مفید کتاب "الحث على اتباع السنة والتحذير من البدع وبيان خطرها" ہے۔ یعنی اتباع سنت کی ترغیب اور بدعات ونقصانِ بدعات سے تحذیر (ڈرانا)۔

اس کتاب کا ترجمہ **حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ** نے سلیس اردو میں کیا ہے۔ حافظ صاحب پاکستان کے کبار علماء میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

ان شاء اللہ "الحدیث" حضرو کے اگلے شمارے (۱۴) سے یہ کتاب شائع کی جارہی ہے۔

حافظ شیر محمد، مکتبہ الحدیث حضرو ضلع اٹک